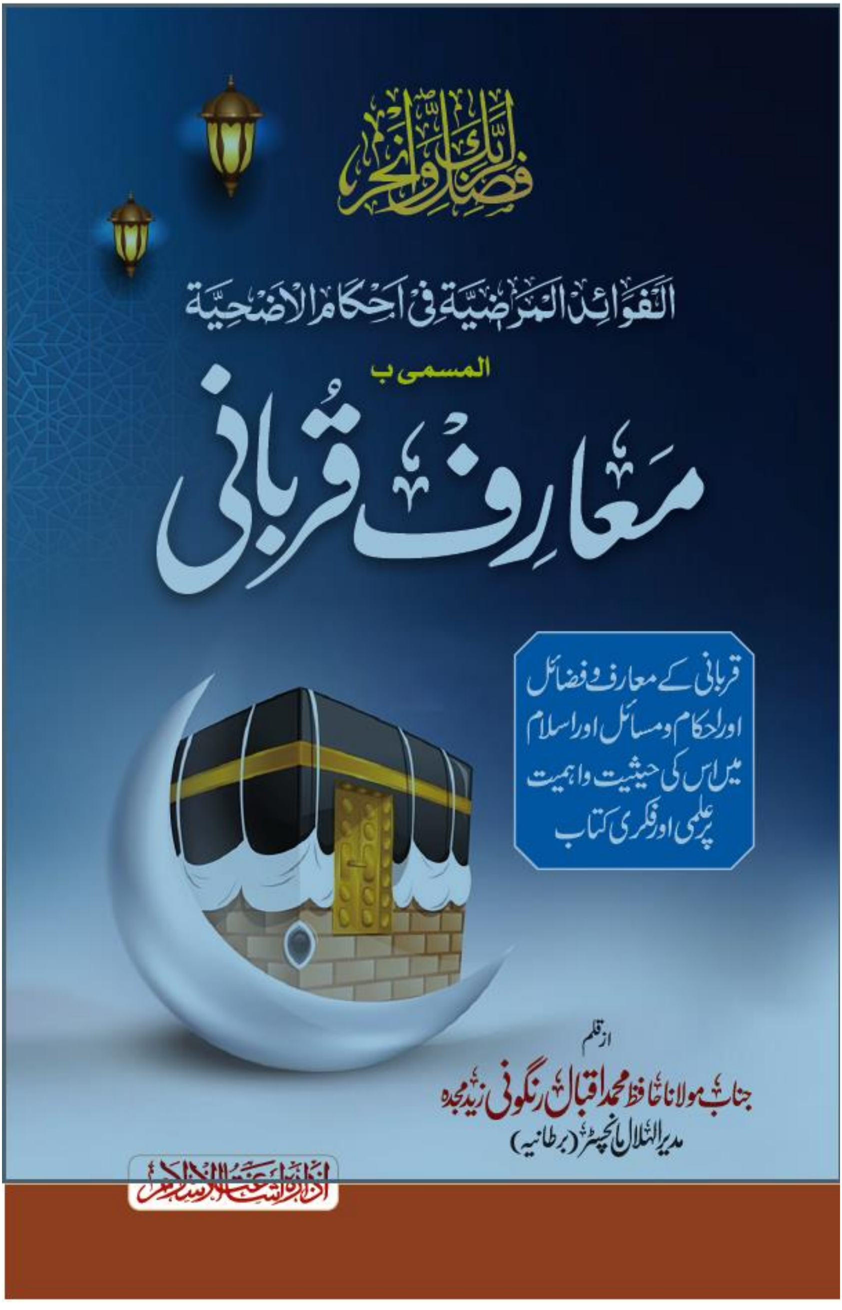

فصل لربك وانحر
الفوائد المرضية في احكام الاضحية
المسمی ب
معارف قربانی
قربانی کے معارف و فضائل
اور احکام و مسائل اور اسلام
میں اس کی حیثیت و اہمیت
پر علمی اور فکری کتاب
از قلم
جناب مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی زیدمجدہ
مدیر الثلال مانچسٹر (برطانیہ)
ادارہ اشاعت الاسلام

پیش نظر کتاب میں شامل مضامین

فصل لربك وانحر

الفوائد المرضية في احكام الاضحية

المسمی ب

معارف قربانی

قربانی کے معارف وفضائل اور احکام ومسائل اور اسلام
میں اس کی حیثیت واہمیت پر علمی اور فکری کتاب

از قلم

جناب مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی زید مجدہ
مدیر الہلال مانچسٹر (برطانیہ)

ادارہ اشاعت الاسلام
IDARA ISHA'AT-UL-ISLAM
26 BLACKBURN STREET OLD TRAFFORD
MANCHESTER M16 9LJ ENGLAND
0161 232 9851 - 0771 315 5565

☆...نام کتاب — معارف قربانی
☆...پیشکش — حافظ محمد اقبال رنگونی
☆...کمپوزنگ — حافظ محمد اقبال رنگونی
☆...صفحات — ۲۰۶
☆...طبع اول — جولائی ۲۰۱۴
☆...طبع دوم — مئی ۲۰۲۳ء
☆...طبع سوم (برقی) — اپریل ۲۰۲۶ء
☆...تعداد
☆...ناشر — ادارہ اشاعت الاسلام

برطانیہ میں ملنے کے پتہ

IDARA ISHA`A TUL ISLAM

26. BLACKBURN STREET. MANCHESTER. M16 9LJ

TEL: 0161 232 9851

پاکستان میں ملنے کا پتہ

(1) جامعہ ابوہریرہ...برانچ آفس خالق آباد نوشہرہ۔ کے پی کے۔ فون نمبر:

Tel: 0333 5477988

(2) صدیقی ٹرسٹ کراچی۔ المنظر اپارٹمنٹ 485 گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی

Tel: 0333 2184503

فہرست

اطاعت خداوندی کا عظیم الشان منظر

والد مرحوم جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب کی پچاس سال قبل کی ایک یادگار تحریر

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم ... اما بعد

قربان ہر اس نیکی کو کہتے ہیں جسے سرانجام دے کر بندہ اللہ تعالی کی رحمت رضا اور بے پایاں خوشنودی کو حاصل کرتا ہے عید قربان دراصل حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی ایثار ورضا کی ایک زبردست یادگار ہے کہ انہوں نے اولاد کی طبعی محبت اور فطری تعلق کو بالائے طاق رکھ کر اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ رب العزت کی خوشنودی کی خاطر اور نفس وشیطان کے تمام مکروفریب سے اپنے دامن کو بچاکر ذبح کرنے کے لئے گلے پر چھری پھیر کر اطاعت خداوندی کا وہ عظیم الشان نمونہ دنیاوالوں کے سامنے پیش کیا کہ انشاء اللہ رہتی دنیاتک وہ فراموش نہ کیا جاسکے گا

یہ عالم حقائق کا مجموعہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کی ایک حقیقت رکھی ہے اولاد مال وغیرہ ایک حقیقت ہے اس سے ہر ایک کو فطری تعلق ہوتا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالی کا حکم واطاعت کے بجاآوری کی قدر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سب سے بالاتر تھی اسی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک جان واولاد جیسی پیاری حقیقتوں کو بھی اس کی راہ میں قربان کردیناوہ اپنی خوش نصیبی وسعادت سمجھتے تھے چہ جائے کہ مال جیسی چیز حصول رضائے الہی میں اپنی جان واولاد مال ودولت تجارت وزراعت وغیرہ کبھی رکاوٹ نہیں بن سکی

ان پاک ہستیوں نے قربانی کی وہ وہ بے نظیر مثالیں دنیاوالوں کے سامنے پیش کیں جس کا تصور بھی مشکل ہے دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اپنی جان ومال کے ساتھ ساتھ اولاد کو بھی راہ خدامیں قربان کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا نور دنیا کے چپہ چپہ میں پھیلا اور اللہ کے بندوں کے دل نور ایمان سے منور ہوئے اور الحمد للہ اس کے ماننے والوں کی تعداد دنیا میں کروڑوں تک موجود ہے

یقین جانئے کہ جس قوم میں قربانی کا کوئی جذبہ نہیں وہ قوم مردہ ہے اور وہ قوم زندگی ہی کی لذت سے ناآشنا و محروم ہے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو قربانی کا وہ درس دیا ہے کہ اگر وہ اس پر عمل کریں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں بھی وہی مقام عنایت فرمادے جس مقام پر ہمارے اسلاف گامزن تھے اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم قربانی کے بھولے ہوئے سبق کو پھر سے یاد کریں اور دین کے لئے جان ومال کی قربانی دینے کے لئے کمربستہ ہوجائیں

آپ کے ہاتھ میں فضائل قربانی ہے اس کے بصیرت افروز مضامین کو غور سے پڑھیں اور ایک بھولے ہوئے سبق کو یاد کرکے دین کے لئے امکان بھر قربانی پیش کریں جولوگ دین کی خدمت ونصرت کرتے ہیں ان کے لئے اللہ رب العزت کا وعدہ ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تووہ تمہاری مدد کرے گا اور (دشمنوں کے مقابلہ میں) تمہارے قدم جمادے گا

وانا العبد الضعیف

ابراہیم یوسف باوا غفرلہ ولوالدیہ

پیش لفظ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ...ما بعد

پیش نظر کتاب راقم الحروف کے ان بعض بیانات کا خلاصہ ہیں جو ذو القعدۃ کے آخری دنوں میں مانچسٹر کی مسجد امدادیہ میں ہوئے جس میں ذوالحجہ کی عظمت و فضیلت بالخصوص قربانی کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی تھی جسے مجلس میں شامل بہت سے دوستوں کی خواہش اور اصرار پر اس امید کے ساتھ تقریری شکل کے بجائے تحریری صورت میں پیش کیا جارہاہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ان دنوں کی عظمت راسخ ہو اور وہ ان عبادتوں میں ذوق اور شوق کے ساتھ آگے بڑھیں جن کا اللہ تعالی نے حکم دیااور نبی اکرم رسول خاتم حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جن کی تعلیم وترغیب دی ہے۔

☆...ذوالحجہ حرمت وعظمت کا مہینہ ہے

اللہ تعالی نے سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینوں کو خصوصی شان سے نوازاہے ان چار مہینوں میں سے ایک ذی الحجہ کا مہینہ ہے جس کو ابتداء عالم سے ہی عزت و عظمت اور حرمت وفضیلت حاصل ہے یہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے اس کی وجہ تسمیہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے یعنی "حج والا مہینہ "اس ماہ کی ۸ تاریخ سے ۱۳ تاریخ تک حج کے ارکان ادا کئے جاتے ہیں اور لوگ حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں اس ماہ کی نویں تاریخ عرفہ کا دن ہے جو سال کے تمام دنوں سے افضل ہے پھر دسویں گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو دنیا بھر کے مسلمان اللہ کے حضور قربانی کرتے ہیں سو اس ماہ کو دوسرے مہینوں پر بعض امتیازی شان حاصل ہے۔ قرآن کریم میں ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ(پ۱۰التوبۃ۳۶)

اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں

حضرت ابو بکرۃ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ان چار مہینوں کی تعیین اس طرح بتائی

السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلاَثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو القَعْدَةِ وَذُو الحِجَّةِ وَالمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ "

(صحیح بخاری ج۱ص۴۵۲)

سال میں بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین لگاتار ہیں ذوالقعدۃ ذوالحجۃ اور محرم اور چوتھا رجب ہے جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے

اللہ تعالی نے اس ماہ کو بہت زیادہ فضیلتوں اور عظمتوں سے نوازا ہے حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

" سَيِّدُ الشُّهُورِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَأَعْظَمُهَا حُرْمَةً ذُو الْحِجَّةِ "(شعب الایمان ج۳ص۳۵۵ کنز ج۸ص۸۶۳)

تمام مہینوں کا سردار ماہ رمضان ہے اور حرمت کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظمت والا مہینہ ذوالحجہ ہے

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ مبارکہ میں بھی اس ماہ کی عظمت اجاگر کرتے ہوئے فرمایا

«أَلَا إِنَّ أَحْرَمَ الْأَيَّامِ يَوْمُكُمْ هَذَا، وَإِنَّ أَحْرَمَ الشُّهُورِ شَهْرُكُمْ هَذَا، وَإِنَّ أَحْرَمَ

الْبِلَادِ بَلَدُكُمْ هَذَا، أَلَا وَإِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَدِمَاءَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، (مسند احمد ج۱۸ص ۲۸۵)

آگاہ ہو جاؤ تمہارے دنوں میں یہ دن بڑی حرمت والے ہیں تمہارے مہینوں میں یہ مہینہ بڑی عزت والا ہے اور یہ مقام تمہارے شہروں سے زیادہ معزز ہے

☆...«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، (صحیح مسلم ج۱ص ۳۹۷)

وَأَعْرَاضَكُمْ – حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، (صحیح بخاری ج۲ص ۸۳۳)

تمہارے خون اور تمہارے مال (تمہاری عزت آبروئیں) ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے کہ آج کے دن اس ماہ میں اور اس شہر میں حرام ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں

"ما من الشهور أعظم حرمة من ذي الحجة" (لطائف المعارف ص ۳۷۳ لابن رجب حنبلیؒ)

معروف تابعی حضرت کعب کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں تمام زمانوں میں حرمت والے مہینے زیادہ محبوب ہیں اور ان حرمت والے مہینوں میں زیادہ محبوب ذو الحجہ کا مہینہ ہے اور ذو الحجہ میں بھی اس کا پہلا عشرہ اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے

وأحب الأشهر الحرم إلى الله ذو الحجة وأحب ذي الحجة إلى الله العشر الأول (لطائف المعارف ص ۳۷۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان دس دنوں کو اللہ کے نزدیک افضل کہا گیا ہے

"مَا مِنْ أَيَّامٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ أَيَّامِ عَشْرِ ذِي الحِجَّةِ" (صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۱۶۴

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں ذوالحجہ کا مہینہ اپنی بعض امتیازی خصوصیات کی بناء پر بڑی عزت و حرمت اور نرالی شان رکھتا ہے

اللہ تعالی نے جس طرح رمضان المبارک کو دو بڑی عبادتوں (روزہ اور نماز تراویح) اور چند مبارک اور مقدس راتوں سے نوازا ہے اس نے ذوالحجہ کے مہینہ کو بھی محترم اور معظم بنادیا اور اسے دو بڑی عبادتوں (حج اور قربانی) اور چند مقدس اور محترم راتوں سے سرفراز کیا اللہ تعالی نے قرآن کریم میں قسم کھا کر اس کی عزت و عظمت بیان فرمائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی خصوصیات کی بناء پر اپنی امت کو اس ماہ کی قدر کرنے اور اپنے حالات اور استعداد کے مطابق اس سے بھرپور اخروی فائدہ اٹھانے کی تلقین وترغیب دی ہے

اس ماہ کے ابتدائی ایام جن خصوصیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں وہ یہ ہیں

(۱) اس ماہ کے ابتدائی دس دن جس میں حج کے تین دن (۸۔۹ اور ۱۰ بھی آگئے) پھر اسی میں عرفہ کا دن... عید الاضحی اور قربانی والا دن بھی شامل ہے

جن لوگوں کو اللہ نے مالی استطاعت عطا فرمائی ہے وہ اس ماہ کی دو عظیم عبادتوں حج اور قربانی کی سعادت حاصل کرلیتے ہیں مگر وہ لوگ جن کے پاس مالی وسائل اتنے نہیں کہ وہ یہ دونوں بڑی عبادتیں ادا کرسکیں اللہ نے انہیں بھی اس ماہ کی نعمتوں سے محروم نہیں رکھا اپنے تمام بندوں کے لئے اس کی راتیں بھی مبارک کردیں اور اس کے دن بھی قیمتی

بنادئے تاکہ ہر کوئی اس ماہ کی رحمت اور اس کی عطا سے محروم نہ رہے

اللہ نے اپنے بندوں کے لئے اس ماہ کے ابتدائی دس دن ایسے بنادئے کہ ان دنوں میں کئے جانے والے نیک اعمال کو قبولیت اور محبوبیت کی عجب شان عطا فرمائی ہے۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں پہنچنے والے وہاں سے شام کو رحمت اور مغفرت کا پروانہ لے کر نکلتے ہیں تو اسی دن اپنے اپنے گھروں میں مقیم لوگ بھی اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت لے سکتے ہیں مزدلفہ میں قیام کرنے والے تہلیل و تکبیر اور استغفار واذکار میں رات گذار دیتے ہیں تو اپنے گھروں میں مقیم لوگ بھی عید کی رات اللہ کے حضور قیام کرکے مردہ دلوں میں جان ڈال سکتے ہیں غرضیکہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام (جن میں یوم عرفہ تکبیرات تشریق عید کی رات بھی ہے) ہر لحاظ سے بڑے قیمتی ہیں اور مسلمانوں کو ان دنوں کی قدر کرنی چاہئے

ذوالحجہ کی دسویں تاریخ عید الاضحی کے نام سے موسوم ہے اس دن مسلمان عید کی دوگانہ نماز ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد اللہ کا نام لے کر قربانی کرتے ہیں یہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حضور ﷺ نے اس سنت پر نہ صرف یہ کہ خود عمل فرمایا بلکہ آپ نے اپنی امت کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کی اور اس کی اہمیت اور فضیلت بتائی اور پھر امت میں آپ ہی کی سنت سے یہ طریقہ جاری ہوا اور یہ شعار دین ٹھہرا علماء اور فقہاء نے قربانی کے احکام و مسائل اپنی کتابوں میں لکھے اور اس کے ایک ایک پہلو پر تفصیل سے گفتگو کی تاکہ اس عبادت کی ادائیگی میں کوئی ایسا نقص نہ رہ جائے جس سے اللہ کے حضور یہ عبادت قبولیت کا شرف نہ حاصل کر سکے

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب سے حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے قربانی

فرمائی اور بشرط استطاعت اس پر عمل کرنے کی تاکید کی اس کے بعد سے اب تک کوئی سال ایسانہیں گزرا جس میں امت نے قربانی کا عمل ترک کر دیا ہو یا علماء نے کسی دور میں یہ کہہ کر قربانی کی اہمیت ختم کر دی ہو کہ استطاعت کے باوجود اس کے ترک کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے حدیث اور فقہ کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں کِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ کا عنوان موجود نہ ہو جس دور میں بھی فقہ پر کوئی کتاب لکھی گئی ہر دور کے فقیہ نے جس طرح نماز اور زکوۃ کی جزئیات تک سے بحث کی اسی طرح قربانی کے مسائل بھی تفصیل سے لکھے اور ہدایا اور ضحایا کا فرق واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اسلام میں قربانی کی اہمیت کیا ہے ؟اس کے واجب ہونے کے شرائط کیا ہیں ؟ قربانی کا جانور کس وقت ذبح کیا جائے گا ؟ نحر کا طریقہ کیا ہے ؟ قربانی کے دن اور اوقات کیا ہیں ؟ قربانی کے لئے کس قسم کا جانور لائق اعتبار ہو گا اور وہ کون کون سے نقص ہیں جن کے جانور میں پائے جانے سے قربانی ادا نہیں ہو گی ؟ قربانی کے گوشت کا کیا حکم ہے ؟اس کی کھال کا مصرف کیا ہو گا ؟اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں قربانی غیر معمولی اور بڑی مہتم بالشان عبادت ہے

مگر افسوس کہ پچھلے چند سالوں سے بعض نام نہاد دانشور اسلام کے جن بنیادی عقائد اور اس کی اہم اور بڑی عبادتوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک قربانی بھی ہے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں قربانی کا کہیں ذکر نہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ قربانی کا تعلق اھل مکہ سے ہے۔ کبھی دعوی کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں قربانی نہیں کی تھی۔ کبھی اسے مال کا ضیاع بتایا جاتا ہے کبھی مسلمانوں کے سخت اور کمزور اقتصادی حالات کا رونا رویا جاتا ہے اور قربانی کے دن گزر جانے کے بعد جانوروں کی تعداد اور ان پر صرف ہونے والی رقوم کا حساب کتاب کر کے شور کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا کروڑوں

روپیہ برباد ہو گیاہے اس رقم سے کتنے ہزار غریبوں کا گھر بسایا جاسکتا تھا کئی اسکول بن سکتے تھے اور اگر یہ رقم رفاہ عامہ کے کام میں صرف ہوتی تو اس سے لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا تھا

اس قسم کے بیانات کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کو قربانی کی عبادت سے دور رکھا جائے اور غریبوں کی ہمدردی کے نام پر مسلمانوں کے دلوں سے اس عبادت کی اہمیت ختم کر دی جائے سوال یہ ہے کہ کیا صرف قربانی ہی ایک ایسا عمل ہے جس کے نہ کرنے سے مسلمانوں کے اقتصادی حالات درست ہو جائیں گے اور ہر طرف خوشحالی پیدا ہو جائے گی ؟ اگر قربانی کے علاوہ بھی بہت سے ایسے کام ہو رہے ہیں اور دن رات ہو رہے ہیں شہر شہر اور محلہ محلہ میں برپا کئے جارہے ہیں تو پھر یہ دانشور ان کاموں کو روکنے کے لئے کیوں میدان میں نہیں اترتے ؟وہ فضول اور واہیات کام جن پر کروڑوں خرچ ہو رہے ہیں اور دن رات ہو رہے ہیں ان کے خلاف لکھتے ان کے قلم کیوں رکتے ہیں؟ان کی زبانیں جس تیزی کے ساتھ قربانی کے خلاف چلتی ہیں ان بڑے گھرانوں کے چونچلوں پر کیوں خاموش رہتی ہیں؟ اس وقت ان کی ساری ہمدردیاں غریبوں کے بجائے ان امیروں کے ساتھ کیوں ہو جاتی ہیں ؟ عید الاضحی کے دن بڑی بڑی ہوٹلوں اور پارٹیوں میں اسی قربانی کے گوشت سے لطف لینے والوں کو اس وقت وہ غریب اور مسلمانوں کے اقتصادی حالات کیوں یاد نہیں آتے جن کے نام پر وہ کچھ دنوں پہلے ہی قربانی کو نشانہ تنقید بنارہے تھے

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں اور خوامخواہ مسلمانوں کے دلوں میں قربانی کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں وہ غریبوں کے ہمدرد ہیں نہ انہیں

مسلمانوں کے اقتصادی حالات اور اس کی مشکلات سے کوئی سروکار۔ان کی ساری محنت اور کاوش کا مقصد مسلمانوں کو ان تمام طریقوں سے روکنا ہے جو اللہ کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں

دو سال قبل مانچسٹر یونیورسٹی کے چند مسلمان اسٹوڈنٹس راقم الحروف کے پاس اس سوال کا جواب لینے آئے کہ قربانی ضروری ہے یا نہیں؟ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ ضروری ہے تو وہ کہنے لگے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم قربانی کی یہ رقم (جو پچاس ساٹھ پونڈ ہے) مسلمان ممالک کے ان غریبوں کو بھیج دیں جن کے پاس کھانے پینے اور علاج کی سہولت نہیں ہے جب قربانی کا مقصد غریبوں کے ساتھ ہمدردی ہے تو کیوں نہ ہم سب مل کر یہ رقم ان تک پہنچادیں تا کہ وہ عزت کے ساتھ دو وقت کی روٹی کھائیں اور وہ اپنے بچوں کو پیٹ بھر کر کھلائیں ہماری خواہش ہے کہ لوگ اس مقصد کے لئے ساٹھ پونڈ کے بجائے سو پونڈ دے دیں سو آپ کا کیا خیال ہے؟

راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ آپ کو کس نے کہہ دیا ہے کہ قربانی کا مقصد غریبوں کی خدمت اور ان کو گوشت کھلانا ہے قربانی کا مقصد غرباء کی خدمت ہونا آپ کا خیال تو ہو سکتا ہے مگر اسلام نے اس مقصد کی طرف کہیں بھی اشارہ نہیں کیا ہے جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ نماز پڑھنے سے کسی غریب کو فائدہ پہنچتا ہے یا اس سے مسلمانوں کے معاشی حالات بہتر ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ قربانی کا مقصد مساکین کی خدمت ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح نماز کو عبادت بتایا ہے اسلام میں قربانی بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے حضور ﷺ کے قربانی کو کس طرح عبادت بتایا اسے دیکھئے

وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ

النُّسُكِ فِي شَيْءٍ»(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲)

جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو اس کی قربانی نہ ہوئی اس نے اپنے گھر والوں کے لئے صرف گوشت کا انتظام کرلیا اس کا جانور ذبح کرنا عبادت میں داخل نہیں۔

محدث جلیل حافظ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) اس پر لکھتے ہیں کہ اس جانور کے ذبح پر کوئی ثواب نہ ملے گا کیونکہ اس کا ذبح کرنا عبادت نہ بن سکا آپ النسک پر لکھتے ہیں

قَوْله: (لَيْسَ من النّسك) ، أَي: الْعِبَادَة أَي: لَا ثَوَاب فِيهَا بل هِيَ لحم ينْتَفع بِهِ أَهله(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۵)

جناب ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کرلیا تاکہ ان کے بچے رشتہ دار اور ہمسائے گوشت کھائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے قربانی دوبارہ کرو

وَإِنِّي عَجَّلْتُ نَسِيكَتِي لِأُطْعِمَ أَهْلِي وَجِيرَانِي وَأَهْلَ دَارِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعِدْ نُسُكًا»،

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۴)

اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز عید سے قبل جانور ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت حلال اور جائز ہے لیکن اس سے قربانی کی سنت پوری نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اسلام میں قربانی کی کیا اہمیت ہے اگر قربانی کرنا ضروری نہ ہوتا تو آنحضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا انہیں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم فرماتے؟

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی محض گوشت کھانے دعوت اڑانے یا غرباء کو گوشت پہنچانے کا نام نہیں ہے یہ اللہ کی عبادت ہے جب یہ عبادت ٹھہری تو ظاہر ہے کہ اس کے

کچھ شرائط و قواعد بھی ہوں گے چنانچہ حدیث میں اس کے شرائط موجود ہیں اور فقہاء اس پر تفصیلا گفتگو کر چکے ہیں۔

(۲) رہی یہ بات کہ غریب مسلمانوں کے بارے ہم سب کو توجہ کرنی چاہئے تو میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کا یہ جذبہ بہت اچھا ہے اور اس کی قدر ہونی چاہئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں کسی طرح کی کمی کوتاہی نہ کریں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم شریعت کے تابع ہیں شریعت ہماری خواہشات کے تابع نہیں ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو اپنی خواہش (گو وہ کتنی ہی اچھی اور مخلصانہ کیوں نہ ہو) کے تابع بنادیں۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالی کو انفاق بہت محبوب ہے قرآن کریم اور احادیث میں مختلف عنوان سے اللہ کے رستے میں مال خرچ کرنے کی تاکید وترغیب دی گئی ہے سو اللہ تعالی چاہتا تو عید (الاضحی) کے دن بھی اپنے بندوں کو مال خرچ کرنے کا حکم دیتا اور کہتا کہ قربانی کے بجائے (قربانی کی) رقم خدا کی راہ میں صرف کرو تم غریبوں کے گھروں میں اناج اور غلہ پہنچاؤ مگر اللہ نے اس دن مال کے بجائے جانور ذبح کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عید کی نماز پڑھو اور قربانی کرو جس سے پتہ چلتا ہے کہ عید الاضحی میں مال کے بجائے جانور کی قربانی کرنا ہی اسلام کا مقصود و مطلوب ہے اور یہی عند اللہ محمود و محبوب ہے

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ کی قربانی دی جن میں سے آپ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹوں کو نحر کیا اور باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر فرمائے اس وقت آپ کے ساتھ کم وبیش ایک لاکھ سے زائد نفوس قدسیہ موجود تھے ان میں امیروں کے بجائے غریبوں کی تعداد زیادہ اور بہت زیادہ تھی مگر ان میں سے کسی ایک

نے بھی اشارۃ یہ نہیں کہا کہ اس وقت مسلمانوں کے اقتصادی حالات بہت کمزور ہیں گھروں میں اناج نہیں... دووقت کھانے کے لئے کھجور اور تیل تک نہیں ہے اس قدر تنگی اور سخت معاشی حالات کے ہوتے ہوئے آپ کیوں سو اونٹ نحر فرمارہے ہیں؟ کیوں نہ ان اونٹوں کو فروخت کر دیا جائے اور اس سے حاصل ہونے والے درہم ودینار ان غریب مسلمانوں کو دے دیں جن کے پاس چراغ جلانے کے لئے تیل تک نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس وقت مسلمان کن حالات سے دوچار ہیں؟ کیا حضور ﷺ کو اس وقت غریبوں کا کوئی خیال نہیں آیا تھا؟ کیا آپ سو اونٹوں کی قربانی کے بجائے اس کی رقم غرباء میں تقسیم نہ کرسکتے تھے؟ جواب یہ ہے کہ جی ہاں آپ ایسا ضرور کرسکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا آپ ﷺ کا عید الاضحی میں درہم ودینار تقسیم کرنے کے بجائے قربانی کرنا اور اپنی امت کو قربانی کی ترغیب دینا اور اس کی تاکید کرنا بتاتا ہے کہ عید الاضحی کے دن باوجود استطاعت کے قربانی نہ کرنا جرم ہے جب خود ہی انہوں نے اپنے آپ کو باوجود استطاعت کے مسلمانوں سے دور کر دیا تو پھر یہ لوگ اس لائق نہیں رہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ آئیں اور مسلمانوں کی خوشی میں شریک ہوں (العیاذ باللہ تعالی)

قربانی کیا ہے؟ اور اس کی تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے اسلام میں اس کی اہمیت وحیثیت کیا ہے اور اس کے احکام ومسائل کیا ہیں؟ اس پر اگلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ ضروری گذارشات پیش کی گئی ہیں نیز عشرہ ذوالحجہ یوم عرفہ تکبیرات تشریق اور عید الاضحی کی اہمیت وفضیلت اور اس کے احکام ومسائل بھی کتاب کے آخر میں بیان کردئے گئے ہیں تاکہ ہمارے دلوں میں ان عبادتوں کی اہمیت بڑھے اور ہم اس ماہ کی

عبادات کو نہایت ذوق و شوق اور دل کی خوشی کے ساتھ عمل میں لائیں ۔ کتاب کے شروع میں حضرت الاستاذ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم العالیہ کا ایک قیمتی مضمون شامل ہے جس میں آپ نے قربانی کے مسئلے منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات دئے ہیں ۔ حضرت الاستاذ کا یہ مضمون ماہنامہ الہلال مانچسٹر کے جون جولائی اگست ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ صاحب قصص القرآن حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالرشید ارشد صاحب ساہیوالی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مختصر مگر قیمتی تحریروں کو بھی افادہ عام کی خاطر کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کو شرف قبولیت عطا کرے اور اس کا نفع عام فرمائے آمین

فقط

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

(۲۵ مارچ ۲۰۱۴ء)

عید قربان دے رہی ہے پھر مسلمان کو پیغام

از۔جناب محمود الحسن کوکب مرحوم (لاہور)

عید قرباں اس مجاہد کی ہے زندہ یادگار	❁	راہ حق میں اپنے بیٹے کو کیا جس نے نثار
عید قرباں مظہر قربانی پور خلیل	❁	عید قرباں صدق وایثار وشہادت کی دلیل
عید قرباں آئینہ دار روایات قدیم	❁	عید قرباں شرح صدر آیہ ذبح عظیم
عید قرباں سرخی افسانہ حسن ازل	❁	عید قرباں مطلع دیوان ایمان و عمل
عید قرباں سے ہے روشن دہر میں نام جہاد	❁	مرد مومن کے لئے یہ عید پیغام جہاد
عید قربان درس آموز حیات جاوداں	❁	عید قرباں شمع شب افروز بزم کون فکاں
وہ بنائے خانہ کعبہ وہ تعمیر جمیل	❁	جسکی تطہیر وحفاظت کا خدا خود ہے کفیل
سجدہ گاہ اہل ایمان قبلہ روحانیاں	❁	آستاں پر جس کے جھکتی ہے جبین آسمان
وہ حریم قدس وہ امن وسکون کی سرزمین	❁	مصدر رشد وہدایت مہبط روح الامین
وہ حصار عافیت وہ مسکن یمن فراغ	❁	نور اسمعیل سے روشن ہے اس گھر کا چراغ
پیکر صدق وصفا خود کردہ صبر ورضا	❁	جس کی قربانی نے زندہ کردیا نام وفا
وہ جگر بند خلیل اللہ وہ فرزند سعید	❁	یاد میں جس کی منائی جاتی ہے ہر سال عید
آج پھر یلغار ہے اسلام پر کفار کی	❁	پھر ضرورت ہے اسی قربانی ایثار کی
عید قربان دے رہی ہے پھر مسلمان کو پیغام	❁	جان دے کر زندہ کیجئو ملت بیضا کا نام
آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے	❁	کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

قربانی اور اسلام

افادات: مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۴۱ھ)

الحمدلله وسلام علی عباده الذین اصطفی۔ اما بعد

اس دور پر فتن میں بعض اخبارات وجرائد میں قربانی کی صورت رائجہ کو غیر اسلامی کہا جارہا ہے اور اس کے سنت اسلامیہ ہونے سے بڑی جسارت کے ساتھ انکار کیا جارہا ہے حالانکہ اسلام کی ساری تاریخ میں اس مقدس تہوار کا نام ہی عید الاضحی ہے جس کے معنی ہیں قربانی کی عید۔ جو لوگ اسے عید الضحی لکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ضحی چاشت کا وقت ہے اور اضحیہ کا معنی قربانی۔ اضاحی اس کی جمع ہے

حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا «سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» انگریزی تعلیم وتہذیب سے مرعوب جماعت نے جس کا مقصد وحید ہی مسلمانوں کو غیر شعوری طور پر اسلام سے منحرف کرنا ہے بدستور کہتی چلی آرہی ہے کہ جسے تم اسلام سمجھ رہے ہو وہ اسلام نہیں ہے بلکہ اس کی ایک غلط تعبیر ہے

قربانی کی عبادت کو مشکوک قرار دینے کی چالیں

اس سلسلہ کی ایک کڑی اسلامی قربانی کا اہم مسئلہ ہے جب اس مسئلہ کو معرکہ آراء بنایا گیا تو چونکہ مقصود اس سے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا تھا اس لئے جن مختلف خیالات کی ہرزہ سرائی گئی اسے دیکھئے

(۱) قربانی کا حکم قرآن پاک میں ہے ہی نہیں۔ رہا حدیث سے استدلال تو اس کے حجت شرعی ہونے میں ہی تامل ہے چہ جائے کہ اس پر عمل ہو

(۲) قربانی کا ثبوت قرآن پاک میں ہے تو ضرور لیکن صرف حاجیوں کے لئے ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے بھی مدینہ میں قربانی کرنا ثابت نہیں بلکہ آپ قربانی کے جانور مدینہ سے مکہ بھجوایا کرتے تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ کے سوا کہیں قربانی نہیں۔

(۳) قربانی کے دنوں میں گوشت کی بہتات اور اس میں حکیموں اور ڈاکٹروں کی گرم بازاری اس کے حکیمانہ فعل ہونے کے منافی ہے اور یہ دین کبھی حکمت اور فطرت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(۴) قربانی کو اگر مان لیا جائے تب بھی اس کی قیمت کسی قومی فنڈ میں ادا کر دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالی کے یہاں صرف تقوی مطلوب ہے گوشت پوست سے اسے کیا سروکار؟

یہ ہیں وہ خیالات جو زہریلے جراثیم کی طرح ملت کی علمی رگوں میں پھیلائے جارہے ہیں اور ان کا نتیجہ الحاد اور زندقہ کی صورت اختیار کرتا چلا جارہا ہے۔

منکرین حدیث سے گفتگو کا طریقہ

جو لوگ مسائل شرعیہ کے بارے میں اس بات پر زور دیں کہ ان کا قرآن پاک سے ثابت ہونا ضروری ہے حدیث کو ہم حجت نہیں سمجھتے تو اس کا جواب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس خاص مسئلہ کو قرآن سے ثابت کرنا شروع کر دیں بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ

تم ایک بنیادی غلطی میں مبتلا ہو کہ تم نے شریعت اسلامیہ کو فقط قرآن سے ثابت ہونا ضروری سمجھ رکھا ہے حالانکہ شریعت قرآن پاک اور حدیث رسول کے مجموعے کا نام ہے تو جس طرح قرآن پاک کا ماننا ضروری ہے اسی طرح پیغمبر ﷺ کے کلام کو بھی حجت ماننا ضروری ہے جب تک تم اس بنیادی امر کے قائل نہیں ہوگے اس وقت تک خواہ تم اس خاص مسئلہ مبحوث عنہا کو قرآن پاک سے ثابت بھی مان لو تب بھی کوئی فائدہ نہیں ہے تم بدستور صراط مستقیم سے بھٹکے رہو گے

اس صورت میں اصل موضوع یہ بنیادی مسئلہ بنے گا کہ رسول کی حیثیت تشریعی ہے یا نہیں اور یہ کہ اس کا حکم قانونی حیثیت رکھتا ہے یا نہیں ؟ اور یہ مسئلہ کہ قربانی کا ثبوت قرآن میں ہے یا نہیں؟ زیر بحث آئے گا۔ نیز جواب کی اصل زد منشاء اختلاف پر پڑے گی تفریعات پر واقع نہیں ہو گی ایک شخص قربانی کو قرآن پاک سے ثابت تومان لیتا ہے لیکن حجیت حدیث کا قائل نہیں اس سے وہ شخص بہتر ہے جو قربانی کے مسئلہ کو قرآن سے ثابت ہونے میں تومان لیتا ہے لیکن حدیث نبوی کو اسلام کے قانونی ابواب میں حجت اور سند سمجھتا ہے۔وبینھما بون بعید۔

فتنہ انکار حدیث

اسلام میں پہلی صدی تک وہ احادیث جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں، بلا اختلاف حجت سمجھی جاتی تھیں۔سب سے پہلے معتزلہ نے بایں وجہ کہ وہ حشر و نشر، صراط و میزان، رویت باری تعالی، اختیار و ارادہ جیسے مسائل کلامیہ کو اپنی تاویلات رکیکہ کی آماج گاہ بنانا چاہتے تھے، حجیت حدیث کے باب میں فتنہ کھڑا کیا۔حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> اہل سنت، خوارج، شیعہ، قدریہ اور تمام فرقے حضور کی ان احادیث کو جنہیں راوی نقل کریں برابر قابل حجت سمجھتے رہے حتیٰ کہ معتزلہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اس اجماع کو ترک کیا(احکام، جلد:۱، ص ۱۱۴)

اس پر اہل حق نے اس فتنہ کے فرد کرنے پر اپنی توجہات مبذول کیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حجیت حدیث پر مستقل مقالے لکھے۔اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "المستصفی" میں، ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے "الاحکام" میں اور حافظ محمد بن ابراہیم وزیر رحمۃ اللہ علیہ نے "الروض الباسم" میں اس فتنہ کا عالمانہ رد لکھا۔ یہاں تک کہ اہل علم نے اسے اصول فقہ کا ایک مستقل موضوع بنالیا۔ متاخرین میں سے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بسط کے ساتھ کلام کیا ہے۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ راقم الحروف کی تالیف آثارالحدیث جو دو جلدوں میں ہے اس موضوع پر نہایت جامع اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

اس مقام پر یہ امر ملحوظ رہے کہ معتزلہ کا انکار اس بنا پر نہ تھا کہ وہ رسول کو واجب الاطاعت نہ مانتے تھے بلکہ اس وجہ سے تھا کہ وہ خبر واحد کا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہونا تسلیم نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے امام ابو علی جبائی نے حدیث کی صحت کے لیے یہ شرط لگائی کہ خبر واحد اگر عزیز ہو جائے یعنی اس کے تمام راوی اول سے لے کر آخر تک ہر طبقہ میں دو دو ہوں تو پھر وہ حدیث معتبر ہو جاتی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ انکار حدیث سے ان کا مقصد دین سے سبکدوشی حاصل کرنا نہ تھا بلکہ وہ ایک غلط فہمی میں تھے لیکن ہمارے دور کا فتنہ غلط فہمی پر مبنی نہیں بلکہ اس کا مقصد مسلمانوں پر مذہب کی گرفت ڈھیلی کرنا ہے تاکہ یہ ہر سانچے میں ڈھلنے کے قابل ہو جائے۔(ترجمان السنہ، جلد:۱، ص:۵۳)

قرآن فہمی کے بنیادی اصول

قرآن پاک کو صرف لغت کے سہارے حل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں کچھ محاورات ہیں، کچھ اصطلاحات ہیں، کچھ امور عرف سے بھی متعلق ہیں، ناسخ و منسوخ بھی ہیں، عام و خاص بھی ہیں، مجمل و مفصل بھی ہیں اور محکم و متشابہ بھی ہیں، جن کی تفہیم بغیر رسالت کے نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آسمانی کتاب کے ساتھ ایک نبی بھی بھیجا گیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
(النحل ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف قرآن پاک نازل کیا تاکہ آپ ان کے سامنے اسے صاف صاف بیان فرمائیں، اور وہ چیز جو اتری ان کے واسطے اس لیے کہ وہ

تفکر کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں آپ کی تشریح و تفسیر کے ماتحت ہی غور و تفکر ہو سکتا ہے ہے یعنی جو تفکر و تدبر احادیث کی روشنی میں ہو صرف وہ ہی درست ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ قرآن کے "بیان" سے اس کی تلاوت اور صرف پہنچانا مقصود نہیں ہے اس کا بیان بھی ایک آسمانی روشنی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ
(القیامۃ ۱۷ تا ۱۹)

تحقیق قرآن پاک کا جمع کرنا، اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے جب ہم پڑھائیں تو آپ اس کی تلاوت کے تابع رہیں پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

اس آیت نے صاف بتلا دیا کہ قرآن پاک کی قرآت اور شئ ہے اور اس کا بیان شئ دیگر ہے،

چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ(آل عمران ۱۶۴)

البتہ اللہ تعالی نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ ان میں انہی کی نوع میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو ان کے سامنے اللہ تعالی کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں قرآن اور حکمت سکھاتا ہے۔

اس آیت میں نہایت واضح طور پر تلاوت قرآن اور تعلیم کتاب میں وہی فرق کیا گیا ہے جو پچھلی آیت میں قرآت قرآن اور بیان قرآن میں کیا گیا تھا۔ یاد رکھئے اللہ تعالی نے وحی کو

معیار قرار نہیں دیا، رسول کو معیار قرار دیا ہے اس لیے کہ وحی کی تفہیم بھی بجز رسول کے ممکن نہیں۔

قربانی کا حکم قرآن کریم میں

حجیت حدیث پر ان مختصر اشارات کے بعد ناظرین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ قربانی کا ذکر اور حکم خود قرآن پاک میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (الحج ۲۷-۲۸)

(۱) اور لوگوں میں حج کی فرضیت کا اعلان کر دو لوگ تمہارے پاس حج کے لئے پیدل بھی اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر بھی دور دراز راستوں سے چلے آئیں گے تاکہ اپنے منافع کا مشاہدہ کر لیں اور تاکہ مقرر دنوں میں یعنی مخصوص قربانی کے دنوں میں مخصوص چوپایوں پر بوقت ذبح اللہ کے نام پر تکبیر کہیں، پھر ان سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج ۳۴)

(۲) اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس لئے مقرر کیا کہ وہ ان چوپایوں پر جو ہم نے ان کو دیے ہیں اللہ کا نام لیں. الخ

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (الحج ۳۶)

(۳)اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے دین کی نشانیاں بنایا ہے۔ان جانوروں میں تمہارے لئے فائدے بھی ہیں بس ان پر اللہ کا نام پڑھو قطار باندھ کر پھر جب وہ کروٹ کے بل گر پڑیں تو انہیں سے خود بھی کھاؤ اور سب کو کھلاؤ ہم نے ان کو اس طرح تمہارے لیے مسخر کیا ہے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

قربانی شعائر اللہ میں سے ہے

اس آیت مبارکہ میں رب العزت نے صراحت کے ساتھ قربانی کو شعائر اللہ میں شمار کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَلَا خِلَافَ فِي كَوْنِهَا مِنْ شَرَائِعِ الدِّينِ(فتح الباری،ج:۲۱،ص:۹۳)

قربانی کے شعائر دین ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں

شیخ الاسلام محمد بن علی المعروف ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۲ھ) بھی کہتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ الْأُضْحِيَّةَ مِنْ شَعَائِرِ الدِّينِ(احکام الاحکام ج۲ص۱۱۰)

شعائر کبھی چھوڑے نہیں جاتے شاید اسی لیے آنحضرت ﷺ نے کبھی قربانی ترک نہیں فرمائی، حضرت علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدَعُ الْأُضْحِيَّةَ،(زاد المعاد ج۲ص۲۸۹)

قربانی کا پس منظر

اب آپ قربانی کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں، یہ کیسے شروع ہوئی:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ(الصافات ۱۰۳)

پھر جب باپ بیٹا دونوں مان گئے اور بیٹے کو باپ نے پیشانی کے بل گرایا

توہم نے اسکو آواز دی کہ اے ابراہیم تونے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم مخلصین کواس طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یہ ایک بڑاامتحان تھااور ہم نے ایک بڑاذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ "جانور کی قربانی" اصل میں "جان کی قربانی"کا بدل ہے اور چونکہ بدل کا بدل نہیں ہوتا اس لیے جانوروں کی قربانی کے بدل میں "ایام نحر" میں صدقہ نہیں دیا جا سکتا. بدل کا بدل کیسے قبول کرلیاجائے۔ یہ وکیل کا وکیل کہاں سے آگیا۔

نوٹ: اگرچہ اس آیت میں قربانی کا صرف ذکر ہے حکم نہیں لیکن اگلی آیت میں مسئلہ کی واضح ہدایت موجود ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ

اس سنت ابراہیمی کو آنے والے مسلمانوں کے لیے ہم نے لازم کر دیا۔

چنانچہ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے جب قربانی کی اصل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:«سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ»

(۵) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر)

پس نماز پڑھے اپنے پروردگار کے لئے اور قربانی کر۔

نوٹ: رب العزت نے قربانی کے حکم کو نماز کے حکم کے ساتھ متصل کر کے اس بات پر متنبہ فرمادیا کہ جس طرح نماز امامت پر بلالحاظ خطہ فرض ہے اسی طرح قربانی بھی تمام مسلمانوں پر بلالحاظ خطہ بشرط استطاعت ایام نحر میں ضروری اور واجب ہے۔

حافظ ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ (۳۷۰ھ) جو آئمہ سلف میں نہایت ممتاز شخصیت کے مالک ہیں، لکھتے ہیں:

وَالْأَمْرُ يَقْتَضِي الْإِيجَابَ وَإِذَا وَجَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَهُوَ وَاجِبٌ علینا لقوله تعالیٰ فَاتَّبِعُوهُ(احکام القرآن ج۳ ص۲۰۶)

دوسرے اعتراض کا جواب

اعتراض ثانی: قربانی کا ثبوت قرآن میں ہے تو ضرور۔ لیکن صرف حاجیوں کے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ قربانی کے جانور مدینہ سے مکہ بھیجا کرتے تھے آپ سے مدینہ منورہ میں اور مکہ کے علاوہ کسی دوسرے مقام میں قربانی کرنا ثابت نہیں۔

الجواب۔ اسلامی قربانی کے ثبوت پر جو پانچ آیات قرآنیہ ہم نے پیش کی ہیں ان میں سے پچھلی دو آیتیں نہ توحج کے سیاق میں واقع ہیں اور نہ ہی خالصۃ حاجیوں کے لئے ہیں پس یہ کہنا کہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے ہے بالکل غلط بات ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین بھی اور فقہاء بھی باب الاضحیۃ یعنی قربانی کے باب کو کتاب الحج کے ضمن میں نہیں لاتے اسے مستقل عبادت قرار دیتے ہوئے اس کا باب علیحدہ باندھتے ہیں پس یاد رکھئے کہ قربانی حج کا ضمیمہ نہیں ہے۔

مکہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر قربانی کے بارے میں دو قسم کی روایات محدثین نے نقل کی ہیں

قربانی کے متعلق احادیث نبویہ

(1)وہ روایات جن میں آنحضرت ﷺ کا صراحت کے ساتھ مکہ کے علاوہ مدینہ منورہ اور کئی دوسرے مقامات پر قربانی کرنا ثابت ہے اسلامی قربانی کے ثبوت پر قرآنی دلائل پیش کرنے کے بعد اب احقر وہ روایات پیش کرتا ہے جن میں عمومیت پائی جاتی ہے اور جو مذکورہ دو قسموں میں سے پہلے قسم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اس کے بعد دوسری قسم کی روایات پیش ہوں گی۔۔ وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عرفات ارشاد فرمایا

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةٌ (سنن ترمذی ج۱ ص۳۷۹)

اے لوگو ہر گھر والوں پر ہر سال ایک قربانی ضروری ہے

یہ حدیث سنن ابی داود سنن کبری سنن ابن ماجہ مسند احمد مصنف ابن ابی شیبہ مسند بزار معجم طبرانی مسند ابی یعلی اور سنن کبری بیہقی میں بھی موجود ہے جو الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں وہ جامع ترمذی کے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ بِسَنَدٍ قَوِيٍّ (فتح الباری ج۲۱ ص۹۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کی قربانی کرنا ہر گھر پر ضروری ہے اس میں مکہ کی یا حج کی کوئی تخصیص نہیں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا (سنن ابن ماجہ)

جو شخص باجود وسعت کے قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب تک نہ آئے (سنن ابن ماجہ)

یہ امر ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کی یہ تاکید انہیں لوگوں کو فرمارہے ہیں جو ایسی جگہوں میں رہتے ہوں جہاں عید کی نماز ہوتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ہر مقام کے مسلمانوں پر قربانی دینا بشرط آسودگی ضروری ہے جو جان بوجھ کر قربانی نہ کرے اسے عید پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، مِنْ

هِرَاقَةِ دَمٍ،۔۔۔۔(ترمذی ج ا ص ۱۷۱)

ذوالحجہ کی دس گیارہ اور بارہ ابن آدم کا کوئی عمل اللہ تعالی کو قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسند نہیں

اس سے واضح ہوا کہ قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ساری اولاد آدم سے اس عبادت پر عمل پیرا ہونے کا مطالبہ ہے حاجیوں کے لئے جو قربانی ہے اس کا نام دم شکر ہے یعنی قربانی بطور شکرانہ کہ اللہ تعالی نے ہمیں ایک سفر میں عمرہ اور حج کرنے کی توفیق بخشی اس جانور کو ھدی کہتے ہیں ھدایا اس کی جمع ہے قرآن کریم میں ہے

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ(البقرۃ)

(ترجمہ)سو جس نے فائدہ پایا عمرہ سے حج تک کا تو جو جانور دینا میسر آئے اس کے ذمہ ہے۔

سو یہ قربانی وہ نہیں ہے جو سنت ابراہیمی کی نیت سے جانور ذبح ہو اور تمتع یا قران میں دم شکر نہ دیا تو اس کا حج کا ایک نہایت اہم عمل رہ گیا جس کی سزا میں اس پر ایک دم لازم آئے گا

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا

«أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ» (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷۹)

یوم الاضحی کو بحالت عید قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جسے اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی ساری امت کے لئے مقرر فرمایا ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی کرنا صرف حاجیوں پر نہیں بلکہ ساری امت اس حکم پر عمل کرنے کی مکلف ہے

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے قربانی کرتے دیکھا تو آپ نے فرمایا

«إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ» (سنن ابو داؤد)

تحقیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کی میں آپ کی جانب سے بھی قربانی کیا کروں پس میں آپ کی طرف سے قربانی دیتا ہوں

مقام غور ہے کہ اگر قربانی صرف حاجیوں کے لئے ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی جانب سے باوجود یہ کہ آپ اس وقت حج تو نہیں کر رہے ہوتے تھے قربانی کیوں کیا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں یہ حکم کیوں فرماتے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ساری امت کی طرف سے باوجود یہ کہ آپ کی ساری امت کے لئے حاجی ہونا ضروری نہیں ۔جیسا کہ عمن لم یضح من امتی (اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما اور ان لوگوں کی طرف سے بھی جنہوں نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی) کی روایت سے ظاہر ہے قربانی کیوں کیا کرتے

(٦) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، فَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهِ، وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ حَتَّى يُضَحِّيَ» (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷٦)

جو شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ ہو تو اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے

یہ احکام قربانی میں سے ہے احکام احرام میں سے نہیں حاجی کو بحالت احرام اپنے بال منڈوانے کی اجازت نہیں یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے اگر کوئی شخص احرام میں ہو کر اپنا سر منڈائے تو اس پر کفارہ لازم ہوتا ہے امام ترمذی نے اسے یوں نقل کیا ہے

أَنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا حَلَقَ رَأْسَهُ، أَوْ لَبِسَ مِنَ الثِّيَابِ مَا لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَلْبَسَ فِي إِحْرَامِهِ، أَوْ تَطَيَّبَ فَعَلَيْهِ الكَفَّارَةُ بِمِثْلِ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ج۳ص۲۷۹)

اور اسی پر عمل ہے حضور ﷺ کے اہل علم صحابہ کرام کا کہ احرام والا اگر اپنا سر منڈائے یا ایسے کپڑے جن کی محرم کو اجازت نہیں یا خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ لازم ہے

اب مقام غور ہے کہ قربانی کرنا اگر صرف حاجیوں ہی کے ذمہ ہوتا تو حاجیوں کو تو بوجہ احرام حج ہی بال منڈانے منع تھے حدیث مذکورہ بالا میں حضور ﷺ نے اسے قربانی کرنے سے وابستہ کیوں فرمایا معلوم ہوا کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں بال کٹوانا صرف قربانی کے ارداے کی وجہ سے منع ہے وہ حاجی نہیں ہوسکتے کیونکہ ان پر یہ پابندی بوجہ احرام ہوگی نہ کہ بوجہ قربانی۔۔

(نوٹ) اس مقام پر یہ امر ملحوظ رہے کہ ارادہ قربانی پر بال اور ناخن کٹوانے کی ممانعت استحبابی طور پر ہے وجوبی طور پر نہیں اور اس پر اہل علم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث پیش کی ہے۔

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ مِنَ الْمَدِينَةِ، فَلَاَ جْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ مِنْهُ الْمُحْرِمُ» (ترمذی ج۱ص۸۱۸ نسائی ج۲ص۱۶)

اس حدیث سے اگرچہ قربانی کا جانور کا مکہ بھیجنا ثابت ہورہا ہے مگر یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ قربانی صرف حاجیوں کے ذمہ نہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ اس وقت حج نہیں کررہے تھے باقی رہا یہ معاملہ کہ آپ نے قربانی کا جانور مکہ کیوں بھیجا تو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بطور تطوع ہے جس پر آج بھی عمل کیا جاسکتا ہے

لیکن اس سے ہر گز یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی نہیں کی تھی راقم الحروف اب وہ روایات پیش کرتا ہے جن میں واضح طور پر مکہ کے علاقے دوسرے مقامات پر بھی آپ ﷺ کے قربانی کرنے کا ثبوت ملتا ہے

حدیث اول: حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ عید قربان کے دن مدینہ منورہ کے مقام بقیع کی طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ نے دو رکعت عید کی نماز پڑھی اور پھر ہماری جانب رخ کر کے ارشاد فرمایا کہ

> ہماری سب سے پہلے عبادت اس دن کے لئے یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد واپس لوٹیں جانور ذبح کر کے قربانی کریں جو اس ترتیب سے عمل پیرا ہو گا وہ ہمارے طریقہ کے موافق ہے اور جس نے اس سے پہلے جانور ذبح کیا تو اس نے اپنے کنبہ کے لئے یہ جلدی کی جس میں عبادت کا کوئی دخل نہیں ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۳۔ ج ۲ ص ۸۳۲)

حدیث دوئم: حضرت عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں مدینہ منورہ میں عید قربان کی نماز پڑھائی پس کچھ لوگ بڑھے اور اس خیال سے کہ حضور ﷺ ذبح فرما چکے ہیں اپنے اپنے جانوروں کو ذبح کیا حضور ﷺ نے انہیں (جنہوں نے آپ سے پہلے قربانی کی تھی حکم دیا کہ ایک اور قربانی کریں (یعنی پہلی قربانی ادا نہیں ہوئی)

حدیث سوئم: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے سات اونٹ کھڑے کر کے ذبح فرمائے اور مدینہ میں دو املح رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۱۔ و ص ۲۱۰)

حدیث چہارم: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دس برس مدینہ میں رہے اور دسوں سال قربانی کرتے رہے (جامع ترمذی ج ص)

حدیث پنجم :۔ یحی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ بن سہل سے سنا کہ ہم مدینہ میں

قربانی کے جانوروں کو موٹا کرتے تھے اور باقی مسلمان بھی اسی طرح کرتے تھے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳)

حدیث ششم: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں عید کے دن اونٹ کی قربانی کی اور جب آپ اونٹ کی قربانی نہ کرتے تو عید گاہ میں ہی قربانی کر لیا کرتے تھے (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۷۹)

حدیث ہفتم: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر اونٹ کی قربانی کی سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۴۷۵)

حدیث ہشتم: حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے کہ عید قرباں آگئی پس ہم میں سے کئی لوگوں نے دو دو اور تین تین موٹے اور پلے ہوئے دنبے دے کر ان کے بدلے ایک سال کی عمر کا ایک ایک بکرا خریدنا شروع کر دیا اتنے میں مزینیہ کا ایک صحابی کہنے لگا کہ ہم ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ عید قربان آگئی پس لوگوں نے دو دو تین تین دنبوں کے عوض سال بھر کی عمر کا ایک ایک جانور طلب کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا «إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ» (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴)

کہ موٹا اور پلا ہوا دنبہ اس درجہ میں ہے جس درجہ میں کہ دو دانت والا بکرا ہوتا ہے

حدیث نہم: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کی عید قربان آگئی ہم سات اشخاص نے ایک گائے میں شرکت کی

(ترمذی ج ۱ ص ۵۷۵)

اسلامی قربانی کے ثبوت پر پانچ آیات اور احادیث نبویہ پیش کی گئی ہیں پچھلی دو آیتیں حج کے سیاق میں نہیں ہیں پس قربانی کو حاجیوں کے ساتھ خاص کرنا غلط ہے اسی طرح پہلے جو

احادیث قربانی کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں یعنی کہ ہر جگہ کے صاحب استطاعت مسلمان پر قربانی کرنا ضروری ہے اس میں مکہ مکرمہ کی کوئی قید نہیں اور پچھلی دس احادیث میں سے سات میں صاف صراحت کے ساتھ مدینہ منورہ میں قربانی کا ہونا مذکور ہے اسی طرح باقی حدیثوں میں بھی مکہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر آنحضرت ﷺ سے قربانی کا ثبوت ملتا ہے ان دلائل پر اکتفا کرتے ہوئے اب راقم الحروف دوسرے شبہات کے ازالہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے

گوشت ضائع ہونے کا اعتراض اور اس کا جواب

قربانی کے دنوں میں گوشت کا ضرورت سے زائد ہونا اور فراوانی کے پیش نظر اسے داخل اسراف سمجھنا ایک لغو مغالطہ ہے

اولا: یہ کہ جب شرع پاک میں ایک امر ثابت ہو تو اسے ان تجرباتی اعتراضات اور ذہنی خدشات کا مورد بنانا ایک منافقانہ چال ہے اسلام میں عید الاضحی کے موقع پر قربانی کرنا ہر صاحب نصاب مسلمان کے ذمہ واجب ہے جو وسعت کے باوجود نہ کرے اسے کوئی حق نہیں کہ مسلمانوں کی عید گاہ کے قریب پھٹکے اصل سوال قلت وکثرت کا نہیں بلکہ اطاعت شریعت اور امتثال امر کا ہے حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سو اونٹ قربان کئے تھے آپ ﷺ کو یہ خیال نہ ہوا کہ یہ اسراف ہو رہا ہے ؟۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

ثانیا: یہ کہ اگر قربانی کا گوشت درست طریقے سے غرباء میں تقسیم ہو تو سب کے حصہ میں شاید دو دو بوٹیاں بھی نہ آئیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے یہ امر معلوم ہو کہ کتنے لوگ اپنے اقتصادی حالات کے پیش نظر روزانہ گوشت کی خوراک برداشت کرسکتے ہیں اور کتنے غریب ہیں جنہیں سال بھر کہیں گوشت نصیب ہوتا ہو

اس باب میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ شہری آبادی زیادہ سے زیادہ دسواں حصہ

روزانہ گوشت کھانے کی متحمل ہو سکتی ہے پس ہر شہر میں یومیہ جتنے بکرے ذبح کئے جاتے ہیں ان سے دس گنا زیادہ اگر عید قربان کے موقع پر ذبح کئے جائیں تو اس میں اسراف کا قطعا احتمال پیدا نہیں ہو گا اسکے بعد یہ امر معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں اقتصادی حالت کے پیش نظر کتنی آبادی کے ذمہ قربانی کرنا لازم آتا ہے اس میں اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو غالبا دسویں حصے سے زائد آبادی اس کی مکلف نہیں ٹھہرے گی اور اگر ہو بھی تو شریعت مقدسہ نے قربانی میں تین دنوں کی گنجائش دی ہے پس اگر تیس فیصدی مسلمانوں پر بھی قربانی کرنا واجب ہو تب بھی تین دن کی وسعت میں سارے گوشت کا مصرف بجا ہو گا بے جانہ ہو گا اور اسراف سے محفوظ رہے گا

یہ تفصیل صرف شہری آبادی سے متعلق ہے اگر دیہاتی آبادی کو بھی ملحوظ رکھا جائے جہاں کی صرف بیس فیصد پبلک گوشت کی خوراک برداشت کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ رکھ لیا جائے کہ موجودہ دور کے ذرائع نقل و حرکت کی بنا پر گوشت دیہات کے غرباء اور ناداروں پر بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے تو اس حقیقت کے باور کرنے سے چارہ نہیں رہتا کہ قربانی کا گوشت اگر صحیح اور مناسب طریقے سے تقسیم ہو سکے تو سب کے حصہ میں شاید دو دو بوٹیاں بھی نہ آئیں

اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہ ہونی چاہیئے کہ دیہاتی آبادی شہری آبادی کی نسبت کہیں زیادہ ہے اور شہروں میں قربانی کے دنوں میں وہ یومیہ ذبیحے بھی دکانوں پر نہیں آتے جو دوسرے دنوں میں ہوا کرتے ہیں پس ان تمام حقائق و امکانات کو پیش نظر رکھنے سے یہ حقیقت بے غبار ہو جاتی ہے کہ ایام نحر میں گوشت کی فراوانی کو داخل اسراف کہنا اور ضرورت سے زائد سمجھنا ایک ڈھکوسلہ ہے جس میں کوئی معقول وجہ نہیں پائی جاتی اگر یہ کہا جائے کہ پھر ان دنوں میں حکیموں اور ڈاکٹروں کی گرم بازاری کیوں ہوتی ہے تو اس کا جواب گوشت کی غلط تقسیم اور بہت سے ناداروں اور غریبوں کو گوشت

کی طلب پر بے نیل ومرام واپس لوٹانا ہے پس اس کا حل گوشت کی درست تقسیم میں ہے نہ کہ قربانی بند کرادینے میں۔

ثالثا: یہ کہ اگر قربانی کو مسلمانوں کی ضرورت سے زائد بھی مان لیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا کہ قربانی کو بند ہی کر دیا جائے جبکہ قربانی کو سلیقہ کے ساتھ ذخیرہ کر کے سارے سال استعمال کیا جاسکتا ہے اور محتاجوں کی ضرورت بھی اس کے ساتھ سارے سال پوری کی جاسکتی ہے

سید دوعالم ﷺ نے پہلے تو گوشت کو ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا مگر اس کی وجہ لوگوں کی تنگی اور شدید قحط تھا پھر بعد میں آپ نے اجازت دے دی کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ دوسروں کو بھی کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو

قربانی کی رقم قومی فنڈ میں کیوں نہ دی جائے؟

سوال: یہ بات کہ قربانی کو اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس کی قیمت کسی قومی فنڈ میں ادا کرنا زیادہ مناسب ہے اللہ تعالی کو اس کا گوشت پوست نہیں پہنچتا اس کے حضور میں تو تقوی مطلوب ہے؟

الجواب: جب قربانی کا حکم اسلام میں ثابت ہے اور اس پر اجر وثواب اور انعام مرتب کیا گیا ہے یہاں تک کہ ایک ایک بال اور ایک ایک کھر بلکہ سینگ کے بدلے باوجودیکہ یہ چیزیں قابل خوراک نہیں ایک ایک نیکی کے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور عید قربان کے دن سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک اھراق دم (خون بہانا) ہے تو کون عقلمند ہو گا کہ اتنے ثواب کی امید کسی دوسرے صدقہ مالی سے جس کے بارے شریعت کا کوئی حکم بھی موجود نہیں ہے لگائے رکھے۔ کیا کسی حدیث میں عید قربان کے دنوں میں زیادہ خیرات کرنے کو یا صدقات مالیہ میں توسیع کو موجب اجر مزید کہا گیا ہے جب ایسا نہیں ہے اور ہر گز نہیں ہے تو قربانی کا بدل تلاش کرنا کونسی عقل مندی ہے۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں

شِرَاءُ الْأُضْحِيَّةِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ خَيْرٌ مِنْ التَّصَدُّقِ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ(
جوہرہ نیرہ ج۲ص۲۵۱)
دس درہم سے قربانی کا جانور خرید کرنا ایک ھزار درہم فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ ثواب ''اھراق دم'' میں ہے نہ کہ انفاق مال میں۔ باقی رہا قومی فنڈوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ وہ تمام روپیہ جو حرام کاموں میں صرف ہورہا ہے مصرف بیجا سے بچالیا جائے ایک طرف بدی کا سد باب ہو جائے گا تو دوسری طرف وہ قومی فنڈ بھی مضبوط ہو جائیں گے جن کے لئے مانعین قربانی ان دنوں اتنی محنت کرتے ہیں۔

یہ کیا لغو حرکت ہے کہ جب قومی فنڈ کو ضرورت پیش آئے تو اس کی مشق ستم اسلام کی معصوم عبادات ہی بنیں اور سینما وغیرہ کے ذریعہ جو دولت بے بہا ضائع کی جارہی ہے اس کی طرف نگاہ ہی نہ اٹھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالی کو جانوروں کا گوشت پوست نہیں پہنچتا اسے صرف تقوی درکار ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے میں للّٰہیت اور خلوص ہونا چاہئے ریاکاری اور جاہلیت اولی کا دکھاوانہ ہو اصل مقصود تقوی ہے لیکن اس کے حصول کا جو طریقہ شریعت نے مقرر کیا ہے وہ اسی طریقہ سے حاصل ہو گا قربانی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ(سورہ الحج)

پس شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ سے جانور ذبح کرنے کے بغیر اس صفت تقوی کو ممکن الوصول جاننا بہت بڑی غلط فہمی ہے اعاذنا اللہ منہا

(نوٹ) یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قربان ہونے کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت اسماعیل کی عمر بالکل ابتدائی تھی

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ اس کی کھلی شہادت ہے اور خانہ کعبہ کی تعمیر اس کے بعد ہوئی اور حج کا اعلان اسکے بھی بعد ہوا۔ سو قربانی کی تاریخ تعمیر کعبہ اور اعلان حج سے پہلے کی ہے پس یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ قربانی صرف حاجیوں کے لئے ہے اور یہ کہ وہ حج کا تتمہ ہے۔ حق یہ ہے کہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے اور اسکے اپنے احکام ہیں۔

تمت بالخير والمنقول من الخير۔

(ماہنامہ الہلال مانچسٹر جون جولائی اگست ۱۹۹۰ء)

کر رہے ہیں آج تازہ سنت حضرت خلیل

از۔جناب حافظ نور محمد انور مرحوم (لاہور)

عید قربان لے کے آئی ہے مسرت کا پیام	۞	ہر طرف سایہ فگن ہے رحمت رب جلیل
جن وانس فرش پر حور وملائک عرش پر	۞	رب کعبہ کا غرض کرتے ہیں سب ذکر جمیل
نغمہ تکبیر کی ہے ہر طرف دنیا میں گونج	۞	ہورہا ہے آج تازہ اسوَہ حضرت خلیل
صف بصف مسجد میں استادہ ہیں جو پیر وجواں	۞	ہیں نظر آتے لباس عید میں بے حد شکیل
دے رہے ہیں راہ حق میں اہل دین قربانیاں	۞	کر رہے ہیں آج تازہ سنت حضرت خلیل
وقت قربانی نہ ہرگز بھولنا فرمان حق	۞	تجھ کو اے مؤمن اگر ملوب ہے اجر جزیل
یہ دعا رہ رہ کے آتی ہے لب انور پہ آج	۞	سب جہاں پہ ہو الٰہی ملت بیضا کا راج

عید قربان کی روح اور اس کا پیام

حضرت مولانا عبد الرشید ارشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذی الحجہ کا چاند طلوع ہوتے ہی امت مسلمہ کے سامنے دو عظیم حیات آفرین پیام سامنے آتے ہیں ان دونوں پر اسلام کی بنیاد ہے یہ پیام مسلمان کے سامنے اس کی زندگی کا نصب العین واضح کرتے ہیں اور دنیائے جہد واستقلال میں اس کی رہنمائی میں کرتے ہیں۔

پہلا پیام مسلم اول سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ حسنہ ان کے جذبہ ایثار و قربانی اور ان کے فکر و عمل سے ملتا ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو خالق اکبر کے سپرد کر دیا تھا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی ہر اس چیز کو رب اکبر کی راہ میں قربان کر دیا کہ جس کا اس نے مطالبہ کیا قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (بیشک میری نماز میرا طریق میری زندگی میری موت پروردگار عالم کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے میں اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دینے والوں میں سب سے آگے ہوں) اس اعلان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے کس طرح اپنے قول کو سچ کر دکھایا اللہ تعالی وتبارک وتعالی ان کو سخت آزمائشوں میں ڈالا انہیں کٹھن سے کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا والد قبیلہ برادری ملک قوم سب نے ان کی مخالفت کی اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ گھر چھوڑ دیا۔ باپ کو سلام کیا مگر ان کے پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہیں آئی سب سے آخر سب سے

کڑا امتحان ہوا جب ان سے ان کے پیارے اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی طلب کی گئی اس بیٹے کی قربانی جو بے شمار دعاؤں کے بعد بڑھاپے کی عمر میں عطا ہوا اور اس وقت اس کی قربانی مانگی گئی جبکہ ان کی کمر اور پیشانی اللہ کے حضور میں جھک چکی تھی اس عمر اور اس حال میں اکلوتے بیٹے کی قربانی؟ مگر قربان جایئے خلیل کے کہ جس نے پہلے دن یہ اعلان کر دیا تھا أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ میں نے اپنے آپ کو خداوند عالم کے سامنے جھکا دیا۔ خلوص کے ساتھ بیٹے کی قربانی دینے پر تیار ہو گئے زمین وآسمان پر سناٹا چھا گیا کائنات کی ہر چیز دم بخود تھی۔ خلیل کی آج عجیب اور عظیم آزمائش ہو رہی تھی۔ باپ نے بیٹے کو اطلاع دی۔ بیٹے کو باپ اور اس کی خدا کی دوستی کا علم تھا اس خبر پر خوش ہوا اور مسرت وانبساط سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ فوراعرض کیا يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (پیارے باپ تعمیل ارشاد کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے)باپ نے بیٹے کی انگلی پکڑی۔ ماں نے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور دونوں خراماں خراماں کھلے میدان کی طرف چل پڑے باہر جا کر بیٹے کو زمین پر لٹایا زبان پر تکبیر جاری ہوئی اور دل اللہ کی تقدیس وتمجید کے ترانے گانے لگا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ کو جنبش ہوئی تیز چھری کو بیٹے کے گلے پر رکھا ابراہیم کی زبان کے ساتھ کائنات کے ہر ذرہ کی زبان سے حال سے اللہ اکبر الحمد کی صدا نکلی۔ خداوند تبارک وتعالی اسماعیل علیہ السلام کی جان نہ لینا چاہتا تھا ابراہیم کی آزمائش مقصود تھی سو آزمائش کرلی گئی اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر دنبہ قربان ہو گیا آواز آئی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا (اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا)

ذی الحجہ کا چاند ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے اس جذبہ اطاعت وایثار کی یاد دلاتا ہے کہ مسلمان کی زندگی فقط اللہ کے لئے ہے

پسر خلیل کی سیکھ ادا جو ہے ذبح ہونے کی آرزو　　کہ چھری رکے تو رکے نہ سر کنے پائے ترا گلا

دوسرا پیام اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے جو آپ نے حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں جمعہ کے دن نویں ذی الحجہ کو عصر کے وقت ہزاروں صحابہ کی موجودگی میں اعلان فرمایا کہ آج تمہارا دین مکمل ہو گیا اور اللہ کے ارشاد کی تلاوت فرمائی

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا)

تکمیل دین کے اس اعلان کا منشاء یہ ہے کہ اب دین میں کسی قسم کی کمی بیشی حک واضافہ ترمیم و تنسیخ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ دین مکمل ہو چکا اس کے بعد جو کوئی دین میں اضافہ یا کمی کرتا ہے وہ درپردہ تکمیل دین اور ختم نبوت کا انکار کرتا ہے اور گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ حضور ﷺ رؤف ورحیم مشفق ومہربان اور رسول ہونے کے باوجود اپنی امت کو بہتر اعلی واکمل طریقہ بتلا کر نہیں گئے کچھ ایسی جگہیں خالی چھوڑ گئے ہیں جن کو ہم پر کر رہے ہیں (معاذ اللہ)

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ... کہ ہر گز بمنزل نہ خواہد رسید

نیز آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

اے لوگو میری بات سنو۔ شاید اس سال کے بعد میں تم سے اس مقام پر نہ مل سکوں۔ تم پر تمہارا خون اور تمہارا مال قیامت تک کے لئے اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن اور اس مہینے میں خون بہانا حرام ہے۔ لوگو میری بات سنو۔ اور خوب سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے پس مسلمان کے لئے صرف وہی حلال ہے جو اس کے بھائی نے برضاء ورغبت اس کو دیا ہے ایک دوسرے پر زیادتی مت کرو۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تم میں سے قابل عزت اور بڑا وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے

خبردار: کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر۔ کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ الا بالتقوی۔ مگر تقوی کے ساتھ

عید قربان دووجہ سے خوشی کا دن ہے ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزمائش میں پورے اترے۔ دوسرے یہ کہ آیت تکمیل دین اتر کر دین مکمل ہوا۔ امت مسلمہ کو عید مناتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبہ اطاعت وایثار اور حضور ﷺ کے خطبہ کے الفاظ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی عید کی روح اور اس کا پیام ہے

(ماہنامہ الرشید ساہیوال۔ دسمبر ۱۹۷۵ء)

ذبح عظیم

از قلم: حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہے ان کو امتحان وآزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گذرنا پڑتا ہے اور قدم قدم پر جان سپاری اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے امتحان کی صعوبتوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چونکہ جلیل القدر پیغمبر تھے اسلئے انکو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور اپنی جلالت قدر کے لحاظ سے ہر دفعہ امتحان میں کامل ومکمل ثابت ہوئے۔ جب انکو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جس صبر اور رضاء بہ قضاء الٰہی کا انہوں نے ثبوت دیا اور جس عزم واستقامت کو پیش کیا وہ انہی کا حصہ تھا اسکے بعد جب اسمعیل اور ہاجرہ علیہ السلام کو فاران کے بیابان میں چھوڑآنے کا حکم ملا تو وہ بھی معمولی نہ تھا۔ آزمائش اور سخت آزمائش کا وقت تھا۔ بڑھاپے اور پیری کے تمناؤں کے مرکز۔ راتوں اور دنوں کی دعاوں کے ثمر اور گھر کے چشم وچراغ اسمعیل علیہ السلام کو صرف حکم الٰہی کی تعمیل وامتثال میں ایک بے آب وگیاہ جنگل میں چھوڑتے ہیں اور پیچھے پھر کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شفقت پدری جوش میں آجائے اور امتثال امر الٰہی میں کوئی لغزش ہو جائے۔۔ ان دونوں کٹھن منزلوں کو عبور کرنے کے بعد اب ایک تیسرے امتحان کی تیاری ہے۔ جو پہلے دونوں سے بھی زیادہ زہرہ گداز اور جان گسل امتحان ہے۔ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تین شب

مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اے ابراہیم تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے۔

انبیاء علیہم السلام کا خواب رویاء صادقہ اور وحی الہی ہوتا ہے اس لئے ابراہیم علیہ السلام رضاء وتسلیم کا پیکر بن کر تیار ہوگئے کہ خدا کے حکم کی جلد سے جلد تعمیل کریں مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزء وہ بیٹا تھا جس کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا اسلئے باپ نے اپنے بیٹے کو اپنا خواب اور خدا حکم سنایا۔ بیٹا ابراہیم جیسے مجدد انبیاء ورسل کا بیٹا تھا فوراسر تسلیم خم کر دیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔

اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے جنگل روانہ ہوگئے۔ باپ نے بیٹے کی مرضی پاکر مذبوح جانور کی طرح ہاتھ پیر باندھے چھری تیز کی اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹاکر ذبح کرنے لگے۔ فوراخدا کی وحی آئی اے ابراہیم تونے اپنا خواب سچ کر دکھلایا۔ بیشک یہ بہت سخت کٹھن آزمائش تھی۔ اب لڑکے کو چھوڑ اور تیرے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے ذبح کر۔ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے مڑکر دیکھا تو ایک مینڈھا کھڑا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے

قرآن عزیز نے اگرچہ ذبیح کا نام نہیں لیا مگر جس طرح اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے بغیر کسی کنج وکاؤں کے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نص قرآنی اسماعیل کو ذبیح بتاتی ہے اور یہی واقعہ اور حقیقت ہے سورہ الصافات میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔۔۔

اسلام میں قربانی کی اہمیت

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی... ما بعد

عید الاضحی کے دن ساری دنیا کے مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پانے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے پورے ذوق وشوق اور ایک خاص جذبہ کے ساتھ حلال جانور کے گلے پر اللہ کا نام لے کر چھری چلاتے ہیں اور بسم اللہ، اللہ اکبر کی گونج جگہ جگہ سنائی دیتی ہے۔ یہ قربانی ہے۔ یہ خدا کے آگے ایک نیاز لانا ہے۔ قربان ہر اس نیک عمل کو کہا جاتا ہے جس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قرب حاصل کرنا اور اس کی نزدیکی پانا ہو۔

قربان کا معنی

امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۰ھ) لکھتے ہیں

وَالْقُرْبَانُ مَا يُقْصَدُ بِهِ الْقُرْبُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ(احکام القرآن ج ۲ ص ۴۸۷)

اللہ کا قرب پانا مالی صدقہ کی صورت میں ہو نیک اعمال کرنے کی صورت میں ہو یا جانور ذبح کرنے کی شکل میں اس چیزوں سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے

علامہ علی بن محمد خازن شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۵ھ) لکھتے ہیں

والقربان كل ما يتقرب به العبد إلى الله عز وجل من أعمال البر من نسك وصدقة وذبح وكل عمل صالح، ويدل على ذلك قوله صلّى الله عليه وسلّم الصوم جنة والصلاة قربان يعني أنها

مما يتقرب بها إلى الله عز وجل (تفسیر خازن ج ا ص ۵۹۲)

مفسر قرآن حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں

القربان فى الأصل كل ما يتقرب به العبد الى الله عز وجل من نسيكة

وصدقة وعمل صالح فعلان من القربة ثم صار اسما للذبيحة التي كانوا يتقربون بها الى الله تعالى

قربان اصل میں ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کو پیش کر کے بندہ اللہ کے قرب کا خواہاں ہوتا ہے خواہ کوئی ذبیح ہو یا صدقہ یا نیک عمل پھر استعمال میں صرف اس ذبیح پر اطلاق ہونے لگا جس کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے لوگ پیش کرتے ہیں (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۹۲)

دینی اصطلاح میں قربانی کا معنی

دینی اصطلاح میں قربانی سے مراد اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لئے ایک خاص وقت میں خاص نیت کے ساتھ خاص عمر کے جانوروں کو ذبح کرنا ہے درمختار میں ہے

وَشَرْعًا ذَبْحُ حَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ (ج۵ ص ۲۷۲)

فتاوی ہندیہ میں ہے

الْأُضْحِيَّةِ وَهِيَ فِي الشَّرْعِ اسْمٌ لِحَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِسِنٍّ مَخْصُوصٍ يُذْبَحُ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي يَوْمٍ مَخْصُوصٍ عِنْدَ وُجُودِ شَرَائِطِهَا وَسَبَبِهَا، كَذَا فِي التَّبْيِينِ. (فتاوی ج ۵ ص ۲۹۱)

(الْأُضْحِيَّةِ) شریعت میں قربانی کے اس خاص جانور کو کہتے ہیں جو اس کی شرطیں اور سبب پائے جانے کے ساتھ خاص عمر کا مخصوص دن میں

ثواب کی نیت سے ذبح کیا جاتا ہے
یہ خاص وقت دس۔ گیارہ اور بارہ ذی الحج ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمان پورے جوش وخروش کے ساتھ قربانی کی عبادت ادا کر کے اللہ کا حکم بجالاتے ہیں

☆...قربانی کی تاریخ انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ چلی ہے:۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قربانی کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کی عظیم تاریخی اور دینی یادگار ہے تاہم کسی حلال جانور کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کرنا اس وقت سے جاری ہوا جب سے حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور یہ دنیا آباد ہوئی۔ اللہ کے حضور سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل نے پیش کی تھی قرآن کریم میں ہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ(پ۶ المائدہ۲۷)

(ترجمہ) اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز دی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔

مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ ہابیل نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار سے کچھ غلہ وغیرہ صدقہ کرکے قربانی پیش کی۔ آسمان سے ایک آگ آئی اور اس نے جناب ہابیل کی پیش کی ہوئی مینڈھے کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔

یہ اس بات کی علامت تھی کہ اللہ کے ہاں جناب ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور قابیل کی قربانی اس لائق نہ ٹھہری کہ اسے دربار الٰہی میں قبولیت کا شرف ملے ۔

قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی پہچان پہلے انبیاء کرام کے زمانے میں یہ رہی تھی کہ

جس قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ایک آگ آسمان سے آتی اور اُس کو جلا دیتی تھی۔ سورہ آلِ عمران میں اس کا صراحت سے ذکر آیا ہے (بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ) یعنی وہ قربانی جس کو آگ کھا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ پہلی امتوں میں ایک شخص صدقہ کرتا تھا اگر وہ صدقہ قبول ہو جاتا تو آسمان سے آگ اتر کر اس کو کھا جاتی تھی (جامع البیان ج ۴ ص ۱۳۱)

عہد قدیم کی کتاب احبار میں بھی اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے

اور خداوند کے حضور سے آگ نکلی اور سوختنی قربانی اور چربی کو مذبح کے اوپر ذبح کر دیا (احبار باب ۹ ورس ۲۴)

قربانی کی قبولیت کا یہ خاص طریقہ کہ ان کی قربانی کو (وہ گوشت یا غلہ اناج یا مال غنیمت وغیرہ کی شکل میں ہو) آسمانی آگ کھا جائے حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے تک رہا جب آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے تو اللہ تعالی نے یہ طریقہ بدل دیا اور قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کو خفیہ کر دیا تاکہ حضور ﷺ کی امت کسی شرمندگی کا شکار نہ ہو

امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسی شاطبیؒ (۷۹۰ھ) لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قَرَّبُوا لِلَّهِ قُرْبَانًا فَإِنْ كَانَ مَقْبُولًا عِنْدَ اللَّهِ نَزَلَتْ (نَارٌ) مِنَ السَّمَاءِ فَأَكَلَتْهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَقْبُولًا لَمْ تَأْكُلْهُ النَّارُ وَفِي ذَلِكَ افْتِضَاحُ الْمُذْنِبِ (الاعتصام ج ۲ ص ۱۴۵)

پہلے دور میں کفار سے جہاد کے ذریعہ جو مال غنیمت ہاتھ آتا مجاہدین کو وہ مال لینے کی اجازت نہ تھی یہ سب اللہ کے حضور قربان کر دیا جاتا اور آسمان سے اترنے والی آگ اس کو کھا جاتی تھی اور یہ جہاد کے قبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اللہ نے جب حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ کی امت کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور یہ حضور ﷺ کے

خصائص وبرکات میں سے ایک ہوا اور مجاہدین کو اس دنیا میں بھی اپنی محنت کا صلہ دیا گیا
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا

"لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِقَوْم سُودِ الرُّءُوسِ قَبْلَكُمْ (مسند احمد ۷ ص ۲۳۹)

آپ نے فرمایا

«إِنَّ اللَّهَ فَضَّلَنِي عَلَى الأَنْبِيَاءِ»، أَوْ قَالَ: «أُمَّتِي عَلَى الأُمَمِ، وَأَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ»(رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۳۴۹)

مفسر قرآن حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں

وكانت القرابين والغنائم لا تحل لبنى إسرائيل فكانوا إذا قربوا قربانا او غنموا غنيمة جاءت نار بيضاء من السماء لا دخان لها لها دوى وحفيف فيأكل ويحرق ذلك القربان والغنيمة فيكون ذلك علامة القبول وإذا لم تقبل بقيت على حالها-(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۸)

قربانیاں اور مال غنیمت بنی اسرائیل کے لئے خود کام میں لانا منع تھا اس لئے جب کوئی قربانی کرتا یا مال غنیمت ملتا سب اللہ کے لئے پیش کرتے تھے اور قبول یا عدم قبول کی شکل یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سفید بے دھواں آتی تھی جس کے آنے سے ایک گونج اور گڑگڑاہٹ کی آواز ہوتی تھی اور آکر اس قربانی کو کھاجاتی تھی یہ قبول ہونے کی علامت تھی اور اگر آگ نہ آتی اور قربانی اصل حالت پر رہ جاتی تو نامقبول سمجھی جاتی تھی

☆...سابقہ مذاہب میں قربانی کی اہمیت

اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے مال اور جان کی قربانی دینا اول روز سے عبادت اور

تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔۔(پ۱۷الحج۳۴)

(ترجمہ) اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کردی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کے نام ذبح پر چوپایوں کے جو ان کو اللہ نے دئے

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا دین سماوی میں ہمیشہ مشروع رہا اور یہ عمل ہر امت میں بطور عبادت جاری رہا کوئی امت بھی قربانی کے عمل سے خالی نہ تھی علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۸ھ) لکھتے ہیں کہ

لَمَّا ذَكَرَ تَعَالَى الذَّبَائِحَ بَيَّنَ أَنَّهُ لَمْ يَخْلُ مِنْهَا أُمَّةٌ،(تفسیر قرطبی ج۱۲ص۳۹)

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا سب ملتوں میں مشروع رہا ہے۔

يُخْبِرُ تَعَالَى أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ ذَبْحُ الْمَنَاسِكِ وَإِرَاقَةُ الدِّمَاءِ عَلَى اسْمِ اللَّهِ مَشْرُوعًا فِي جميع الملل.(تفسیر ابن کثیر ج۳ص۲۲۷)

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۷ھ) لکھتے ہیں

شرع الله لكل أمة أن ينسكوا له: أى يذبحوا لوجهه على وجه التقرّب، وجعل العلة في ذلك أيذكر اسمه تقدست أسماؤه على النسائك(تفسیر زمخشری پ۱۷ص۶۹۶)

علامہ علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۵ھ) لکھتے ہیں

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ يعني جماعة مؤمنة سلفت قبلكم جَعَلْنا مَنْسَكاً قرئ بكسر السين يعني مذبحا وهو موضع القربان منسكا بفتح السين وهو إراقة الدم وذبح القرابين(تفسیر خازن ج۳ص۲۵۷)

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۵ھ) ہیں

ہر امت کے لئے ہم نے ایک منسک بنایا ہے منسک عبادت گاہ (اسم ظرف) ہے اگر منسک کو مصدر قرار دیا جائے تو اس سے مراد ہو گا خون بہانا قربانیاں ذبح کرنا یا وہ قربانی مراد ہو گی جس کو بارگاہ خداوندی میں پیش کر کے لوگ قرب الٰہی کے طلب گار ہوتے ہیں (لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ) یعنی اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام نہ لیں اور قربانی خاص اللہ کے لئے کریں یہ تنبیہ ہے اس امر پر کہ قربانیاں کرنے کا مقصد محض اللہ کی یاد ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کا ذکر ضروری اور شرط لازم ہے (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۸۰ اردو

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں

اللہ نے پچھلی قوموں اور امتوں کا تذکرہ کرنے کا مقصد امت اسلامیہ کو قربانی کی ترغیب دینا ہے (ایضا ص ۸۰)

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں

أي شرع لكل أهل دين أن يذبحوا له تعالى على وجه التقرب(روح المعانی ج ۹ ص ۱٤۷)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں

اللہ کی نیاز کے طور پر مواشی قربان کرنا ہر دین سماوی میں عبادت قرار دی گئی ہے اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر ہو تو شرک ہو جائے گا جس سے بہت پرہیز کرنا چاہیئے موحد کا کام یہ ہے کہ قربانی اکیلے اسی خدا کے لئے کرے جس کے نام پر قربان کرنے کا تمام شرائع میں حکم رہا ہے اس کے حکم سے باہر نہ ہو (فوائد القرآن ص ۴۴۷)

☆... قربانی کی مشروعیت پر انبیاء کرام علیہم السلام اور ائمہ کا اجماع:۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۳ھ) ارشاد فرماتے ہیں

جہاں تک قربانی کے مسئلہ کا تعلق ہے تو یہ سلفاخلفا سے ایسی ہی ہوتی چلی آئی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی اور اُمت کا بھی پر اجماع ہے۔ انبیاء بنیاسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی۔ ائمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔ یہ اور بات یہ کہ امام شافعی، امام احمد اور امام ابو یوسف کے یہاں قربانی سنت ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ یہ اس کے حکم میں اختلاف ہے اور ائمہ کے دقائق ہیں مگر قربانی کی مشروعیت میں سب متفق ہیں اور اگر

یہ کوئی غیر شرعی ہوتا تو احادیث میں اس کی صفات وغیرہ کیوں بیان کی
یہ کوئی غیر شرعی ہوتا تو احادیث میں اس کی صفات وغیرہ کیوں بیان کی
جاتیں؟ پھر ساری اُمت آج تک بلا اختلاف یہ عمل کرتی چلی آرہی ہے اور تعامل اُمت

سب سے بڑی دلیل ہے (خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۳۲۷)

عہد انبیاء میں قربانی

آیئے ہم اس کی کچھ شہادتیں دیکھیں

☆... حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں کا اللہ کے حضور قربانی پیش کرنا قرآن کریم میں موجود ہے اور ہم پہلے یہ بات بتا آئے ہیں

☆... حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے حضور بے شمار جانوروں کی قربانی پیش کرتے تھے اور آپ نے اس کے لئے باقاعدہ ایک مذبح خانہ بھی بنایا ہوا تھا. جناب محمد فرید وجدی لکھتے ہیں

وبنى نوحا مذبحا قرب فيه الى الله تعالى حيوانات كثيرة ثم كان

یحرقها علی المذبح(دائرہ المعارف ج ۷ ص ۷۳۶)

عہد قدیم کی کتابوں کے مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس میں اللہ کے حضور قربانیاں دینے کا عام ذکر ملتا ہے اور کئی مقامات پر انبیاء سابقین کی جانب سے پیش کی جانے والی قربانیوں کا ذکر بھی موجود ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی کا ذکر ملاحظہ کیجئے

"ابراہیم نے قربان گاہ بنائی اور اس پر لکڑیاں چنیں اور اپنے بیٹے کو باندھا اور اسے قربان گاہ پر لکڑیوں کے اوپر رکھا اور ابراہیم نے ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے تب خدا نے اسے آسمان سے پکارا کہ اے ابراہام، اے ابراہام..(سفر پیدائش باب ۲۲ ورس ۹۔۱۰)

محمد فرید وجدی اسرائیلی روایات کے حوالہ سے لکھتے ہیں

ان ابراهيم كان يتقرب الى الله بالخبز والخمر ولما أمره الله تعالى ان يذبح ذبح له عجلة وعنزا وكبشا وحمامة ويمامة (دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۷۳۶)

حضرت ابراہیم اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے کی چیزوں کا صدقہ دیتے تھے جب اللہ نے انہیں ذبح کا حکم دیا تو آپ نے ایک بچھڑا ایک

دنبہ ایک مینڈھا ایک کبوتر اور ایک فاختہ کی قربانی کی تھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنے والا ایک حکم ملاحظہ فرمایئے:۔

"اور تو ہر روز سدا ایک ایک برس کے دو بکرے قربان گاہ پر چڑھایا کرنا۔ ایسی ہی سوختنی قربانی تمہاری پشت در پشت خیمہ اجتماع کے دروازہ پر خداوند کے آگے ہمیشہ ہوا کرے۔"(خروج باب ۲۹ ورس ۳۸۔۴۲)

عہد قدیم کی تیسری کتاب احبار میں بھی قربانی کا ذکر بار بار ملتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے

کہ قربانی کی گونج پہلے دور میں برابر سنی گئی تھی اورانبیاء کرام اور ان کی امتوں نے قرب الہی حاصل کرنے کے لئے قربانی کا عمل اپنایا تھا اور ان کی قوم اس عمل سے آشنا رہی ہے

پچھلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی سے کوئی خطا اور جرم ہو جاتا تو اسے بھی قربانی کے عمل سے گذرے بغیر معافی نہیں ملتی تھی۔ کتاب احبار کا یہ بیان دیکھئے۔

"موسیٰ نے ہارون اور بنیاسرائیل کے بزرگوں کو بلایا اور کہا کہ خطا کی قربانی کے لئے ایک بے عیب بچھڑا اور سوختنی قربانی کے لئے ایک بے عیب مینڈھا تو اپنے واسطے لے اور اُن کو خدا کے حضور کے گذران۔ اور بنی اسرائیل سے کہو کہ تم خطا کی قربانی کیلئے ایک بکرا اور سوختنی قربانی کے لئے ایک بچھڑا اور
ایک برہ جو یک سالہ اور بے عیب ہوں۔" (احبار باب ۹ ورس ۱۔۲۔۳)

☆... قربانی دور جاہلیت میں

اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جان اور مال کی قربانی کا یہ عمل اتنا معروف و مشہور رہا کہ دور جاہلیت کے لوگ بھی اس عمل میں پیچھے نہ تھے یہ لوگ خاص خاص کاموں کے لئے قربانی کا عمل بجالاتے تھے مگر اس عمل سے ان کا مقصد ایک خدا کا تقرب حاصل کرنا نہ تھا بلکہ اس سے بتوں کی خوشنودی مقصود تھی اور انہیں کے نام پر قربانی کے جانور ذبح ہوتے تھے یہ جانور حلال نہ سمجھے گئے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تمہیں صرف اس جانور کا گوشت کھانے کی اجازت ہے جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ

(ترجمہ) تا کہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن
جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مواشی کے جو ان کو اللہ کے دیئے ہیں سو کھاؤ
اس میں سے اور کھلاؤ برے خستہ حال کے محتاج کو (پ ۱۷ الحج ۲۸)

دنیا کے بعض دوسرے مذاہب میں بھی قربانی کا عمل مذہبی رسم کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ افریقہ کے کئی قبائل کے ہاں یہ عمل بطور عبادت پایا جاتا ہے اور وہ خاص خاص مواقع پر جانور کی قربانی کے عمل سے گذرتے ہیں (اور کئی مقامات پر انتہائی ظالمانہ طریقے سے جانور کو قتل کیا جاتا ہے) اس عمل سے بھی ان کا مقصد ایک خدا کی رضا پانا نہیں بلکہ شیاطین کی خوشی مقصود ہوتی ہے وہ اس عقیدے کے ساتھ جانور کو ذبح کرتے ہیں اور اس کا خون کسی خاص درخت یا بیمار پر چھڑکتے ہیں کہ اس سے شیطانی قوتیں ان سے راضی اور خوش ہوں گی اور انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ملے گی۔

حضور ﷺ نے دور جاہلیت کے جب تمام مشرکانہ عقائد واعمال کا خاتمہ فرمایا تو آپ نے قربانی میں در آنے والی اس رسم کو بھی شرک قرار دیا اور فرمایا کہ تمام عبادات کی طرح قربانی کی عبادت بھی اللہ ہی کا حق ہے اور یہ بھی صرف اسی ایک ذات کے لئے ہونی چاہیئے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ٥

اگر جانور قربان کرنے کا مقصد بتوں کی خوشنودی ہے یا اس قربانی سے نام ونمود شہرت یا اور کوئی دنیوی غرض مطلوب ہو تو پھر جان لو تمہاری ساری محنت ضائع گئی ایسے لوگ کس طرح اللہ تعالی کا تقرب پاسکتے ہیں۔

☆...بیٹے کی قربانی کا حیران کن اور تاریخی واقعہ

مقربین بارگاہ الہی کے ساتھ اللہ تعالی کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہوتا

ہے ان کو امتحان و آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گذرنا پڑتا اور قدم قدم پر جان سپاری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے امتحان کی تکلیفوں اور مشقتوں میں ڈالے جاتے ہیں ۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ جلیل القدر نبی اور پیغمبر تھے اس لئے آپ کو بھی مختلف آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا اور آپ اپنی جلالت قدر کے لحاظ سے ہر دفعہ امتحان میں کامل و مکمل ثابت ہوئے

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ (پ۱ البقرۃ ۱۲۴)

(ترجمہ) اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں

واقعہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تین شب مسلسل خواب دیکھا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے۔

انبیاء علیہم السلام کا خواب رویاء صادقہ اور وحی الہی ہوتا ہے اس لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام رضا و تسلیم کا پیکر بن کر تیار ہوگئے کہ خدا کے حکم کی جلد سے جلد تکمیل کریں مگر چونکہ یہ معاملہ تنہا اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا بلکہ اس آزمائش کا دوسرا جزو بیٹا تھا جس کی قربانی دینے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے باپ نے بیٹے کو اپنا خواب اور خدا کا حکم سنایا بیٹا سیدنا ابراہیم جیسے مجد د انبیاء و رسل کا بیٹا تھا فورا سر تسلیم خم کر دیا اور کہنے لگا کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو انشاء اللہ آپ مجھ کو صابروں میں پائیں گے اس گفتگو کے بعد باپ بیٹے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے حاضر ہوگئے، باپ نے بیٹے کی مرضی پاکر مذبوح جانور کی طرح ہاتھ پیر باندھے چھری تیز کی اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر ذبح کرنے لگے فورا خدا کی وحی سیدنا ابراہیم پر نازل ہوئی۔ فرمایا اے ابراہیم !

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ

''تونے اپناخواب سچ کر دکھایا''

بیشک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی اب لڑکے کو چھوڑ اور تیرے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے میں ذبح کر ہم نیکو کاروں کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو جھاڑی کے قریب ایک مینڈھا کھڑا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔(قصص القرآن ج ا ص ۲۳۶)

فَإِذَا هُوَ بِجِبْرِيلَ وَمَعَهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ أَقْرَنُ، فَقَالَ: هَذَا فِدَاءٌ لِابْنِكَ فَاذْبَحْهُ دُونَهُ، فَكَبَّرَ جِبْرِيلُ وكبر الكبش وكبر إبراهيم وَكَبَّرَ ابْنُهُ، فَأَخَذَ إِبْرَاهِيمُ الْكَبْشَ فَأَتَى بِهِ الْمَنْحَرَ مِنْ مِنًى فذبحه (تفسیر البغوی ج ٦ ص ٧٩٩)

جناب محمد بن اسحاق نقل کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ذبح سے پہلے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے اچھی طرح رسیوں سے باندھ دیں تاکہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور میرا اجر بھی کم نہ ہو کیونکہ موت کا مرحلہ بہت سخت ہوتا ہے اور ذبح ہوتے وقت کی جو تکلیف ہے اس سے میں بھی مامون نہیں ہوں آپ اپنی چھری بھی اچھی طرح تیز کرلیں تاکہ ذبح کا عمل آسان ہو جائے آپ جب مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو منہ کے بل لٹائیں پہلو کے بل لٹائیں گے تو آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی اس سے کہیں شفقت پدری نہ ابھر آئے اور آپ اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کرپائیں... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا

بیٹا تم اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں کس عمدگی سے میرا ساتھ دے رہے ہو چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کو اچھی طرح باندھا ان کو زمین پر منہ کے بل لٹایا اپنی چھری تیز کی اوران کو ذبح کرنا چاہاتو چھری پلٹ گئی آپ کی کوشش کی باوجود چھری نہ چل پائی اس وقت آواز

آئی کہ اے ابراہیم تونے اپنا خواب سچ کر دکھایا (تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۲)
یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالی کی بار گاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یاد گار ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے حضور ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے قربانی فرمائی اور اپنی امت کے لئے اسے سنت ٹھہرایا اور بتایا کہ تقرب الٰہی پانے کے لئے قربانی کی سنت پر عمل کرو

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (پ۲۳صفت۱۱۸)
اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے بدلہ میں دے دیا اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس سنت ابراہیمی کو بعد میں آنے والے لوگوں پر لازم کیا ہے آنحضرت ﷺ سے بھی جب قربانی کی اصل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔

☆...حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سر تسلیم خم کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی فیض تھا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۴ھ) فرماتے ہیں
اس واقعہ میں زیادہ عجیب اسماعیل علیہ السلام کا راضی ہو جانا تھا کہ وہ اس نوعمری میں کہ بارہ تیرہ سال کی عمر تھی خدا تعالی پر اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہو گئے، ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہو چکے اور معرفت کامل ہو چکی تھی، خلیل اللہ کا لقب ان کو مل چکا تھا، ان کا اس حال میں ذبح ولد پر آمادہ ہو جانا اس قدر عجیب نہیں جتنا اسماعیل علیہ السلام کا اس حکم کو سن کر بدون پس و پیش کے مذبوحیت کے لئے آمادہ ہو جانا عجیب ہے

شاباش آں صدف کہ چناں پرورد گہر آباء از و مکرم و ابن اعزیز تر

اور در حقیقت یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا فیض تھا کہ ان کی طرح ان کی اولاد بھی خدا

کی عاشق تھی (وعظ۔السوال فی شوال ص ۱۵)

☆... حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت تواضع

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جواب (سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ) کے تحت لکھتے ہیں

اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت ادب اور غایت تواضع کو دیکھئے ایک تو انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں دعوی کی جو ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے بالکل ختم فرمادیا، دوسرے آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے جس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر و تکبر خود پسندی اور پندار کے ادنی شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرمادیا (معارف القرآن ج ۷ ص ۴۵۹)

☆... قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

ایک مرتبہ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قربانیوں کی کیا اصلیت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ: «سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ» (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳)

تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ کہنے کے بجائے کہ یہ طریقہ ابراہیمی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے اس میں در حقیقت سائلین وسامعین کو قربانی کی ترغیب دینا مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیاء کرام علیہم السلام کے جد امجد تو ہیں ہی، سب

اہل عرب کے بھی والد مکرم ہیں اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ لوگوں کو اپنے بزرگوں کے طور وطریقہ سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے بالخصوص جب انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کے نیک اور مقبول بندے تھے تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان طریقوں کو اپنائیں

حضور ﷺ نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس سنت کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی اور پھر سے ان کی اس ایمان افروز تاریخی یاد کو تازہ کر دیا جسے لوگ بھول چکے تھے آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طریقہ پر عمل کیا بلکہ اپنی امت سے بھی کہا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم اور تاریخی سنت پر عمل کریں اور اللہ کے حضور جانور کی قربانی کرکے یہ عہد کریں کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی اطاعت وتابعداری میں مال ودولت تو اپنی جگہ، کبھی اپنی اور اپنے اولاد کی جان بھی دینی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۳ھ) قربانی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(۱) جب حصول رضائے الہی کے لئے (آپ) بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولی کوئی دریغ نہ تھا

(۲) جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے (آپ) تیار تھے تو مال قربان کرکے خدا تعالی کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہوگا

(۳) جب آپ کے ہاں جان اولاد اور مال رضائے الہی کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ تھا تو وہاں حب وطن محبت الہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی

(۴) جب اللہ کی رضا حاصل کرنے میں جان اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ واقرباء کے تعلقات انہیں دروازہ الہی سے کب ہٹا سکتے ہیں

(۵) جب جان اولاد اور اعزہ واقرباء اس در یتیم (رضائے الہی) پر ان کے قربان ہو چکے ہیں تو بقیہ احباب کی محبت انہیں کب یاد الہی سے غافل کر سکتی ہے

(٦) جب رضائے الہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت وزراعت یا صنعت و حرفت انکا دل کب لبھا سکتی ہے (فلسفہ عید قربان ص ٦ شائع کردہ انجمن اشاعت اسلام مکتب کالونی دفتر ۸ چر چکتائی چاٹگام مشرقی پاکستان)

☆... مسلمانوں کو قربانی کا حکم

ہر مسلمان پر بشرط استطاعت ایام نحر (دس گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) میں قربانی کرنا ضروری ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے آپ قربانی کے اس عمل کو ہمیشہ ادا کرتے رہے ہیں۔ پھر آپ کے کہنے پر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آپ کی جانب سے قربانی کرتے رہے ہیں غور کیجئے کہ کیا وہ وہ شخص آپ کی نگاہ میں مجرم نہیں جو استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا۔

☆... قرآن کریم میں قربانی کا ذکر

قرآن کریم میں ہے

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (پ۳۰ الکوثر) آپ نماز پڑھئے اللہ ہی کے لئے اور قربانی کیجئے

اس آیت میں نحر سے مراد عید کے دن جانور کو ذبح کرنا ہے اور اسی کا نام قربانی ہے حضرت عبداللہ بن عباس حضرت حسن امام مجاہد حضرت سعید بن جبیر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم وغیرہم اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں

فَاذْبَحْ يَوْمَ النَّحْرِ. (سنن کبری ص ۲۵۹)

آپ عید والے دن جانور ذبح کیجئے (یعنی قربانی کیجئے)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ اس سے مراد اونٹ وغیرہ کی قربانی ہے اور یہی بات امت کے اکابر فرماتے ہیں

يَعْنِي بِذَلِكَ نَحْرَ الْبُدْنِ وَنَحْوِهَا.وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ وَالضَّحَّاكُ وَالرَّبِيعُ وعطاء الخراساني والحكم وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السلف (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۵۵۸)

آپ حضرت عکرمہ حضرت عطاء حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "وانحر" سے مراد قربانی ہے مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) اس پر لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے (تفسیر مظہری ج۱۲ ص۳۵۹)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں (احکام القرآن ج۳ ص۴۱۹)

نماز عید سے پہلے کی قربانی "سنت ابراہیم والی قربانی" نہیں

اللہ تعالی کے اس ارشاد کی تعمیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے عید کی نماز ادا فرماتے پھر آپ جانوروں کی قربانی کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ قربانی عید کی نماز کے بعد ہی ادا کی جائے گی اس سے پہلے اگر کسی نے جانور ذبح کر لیا تو وہ قربانی نہیں کہلائے گی۔ حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا» «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا»

(صحیح بخاری ج۱ ص۱۳۱. صحیح بخاری ج۲ ص۸۳۲)

ہم آج (عید الاضحی) کے دن سب سے پہلے نماز ادا کرتے ہیں بعد ازاں ہم قربانی کرتے ہیں جس نے اس طریقہ کے مطابق عمل کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو اس کی قربانی

نہ ہوئی اس نے اپنے گھر والوں کے لئے صرف گوشت کا انتظام کر لیا اس کا جانور ذبح کرنا عبادت میں داخل نہیں

«مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلاَةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ المُسْلِمِينَ»(صحیح بخاری ج۲ص۸۳۲)

جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو اس نے اسے اپنے لئے ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی اس کی قربانی (کی سنت) پوری ہوئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید پڑھا کر

فارغ ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک بکری ذبح کی ہوئی ہے آپ نے فرمایا

«مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ»(ایضاج۹ص۱۲۰)

جس نے نماز عید سے قبل جانور کی قربانی کی اس کو چاہئے کہ وہ اس کی جگہ دوسری بکری ذبح کرے اور جس نے ابھی تک قربانی نہیں کی اب وہ اللہ کا نام لے کر قربانی کرے

قرآن کریم کی یہ آیت بھی پیش نظر رہے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (پ۸ الانعام۱۶۲)

یہاں ''نسک'' کے معنی میں قربانی بھی داخل ہے حضرت براء بن عاذبؓ کی روایت میں قربانی کی عبادت کو ''نسک'' کہا گیا ہے آپ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحی کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

«مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلاَةِ، فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلاَةِ وَلاَ نُسُكَ لَهُ»(صحیح بخاری ج۱ص۱۳۰)

جس نے ہماری سکھائی نماز پڑھی، اور ہماری بتائی ہوئی قربانی کی، اس نے صحیح عبادت کی اور جس نے عید کی نماز سے قبل قربانی کی اس کی وہ قربانی (عبادت) نہیں ہوئی

حافظ ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) نسکی کا معنی "ذبحی" لکھتے ہیں (تفسیر طبری ج۳ص۳۹۳)

حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ (۱۰۰ھ) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (۹۵ھ) وغیر ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی اس آیت میں نسکی سے مراد قربانی ہے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

قَالَ مُجَاهِدٌ فِي قَوْلِهِ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي النُّسُكُ الذَّبْحُ فِي الْحَجّوَالْعُمْرَةِ، وَقَالَ الثَّوْرِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَنُسُكِي قَالَ ذَبْحِي، وَكَذَا قَالَ السُّدِّيُّ وَالضَّحَّاكُ(تفسیر ابن کثیر ج۲ص۲۰۳)

☆...قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

قرآن کریم کی اس تعلیم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کی تاکید فرمائی ہے امام ابو بکر جصاص رازی (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات ضروری ٹھہرائی تو پھر آپ کی امت کے لئے بھی یہ بات ضروری ہو گئی ہے کہ وہ بھی آپ کی اتباع میں قربانی کریں۔ آپ لکھتے ہیں

وَالْأَمْرُ يَقْتَضِي الْإِيجَابَ وَإِذَا وَجَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ وَاجِبٌ علينا لقوله تعالى فَاتَّبِعُوهُ(احکام القرآن ج۳

ص۲۰۶)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا

«أَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا وَاحْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، (الحدیث) (مجمع الزوائد ج۴ص۱۷)

اے لوگو قربانی کرو اور قربانی کرنے میں ثواب کی نیت رکھو

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحَاةً، وَعَتِيرَةً»

...(سنن نسائی ج۲ص۱۸۸)

اے لوگو ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ کرنا واجب ہے

دور جاہلیت میں لوگ رجب کے مہینہ میں بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے اسے ''عتیرہ'' کہا جاتا ہے اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان بتوں کے بجائے اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے جسے بعد میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منسوخ کر دیا، اب صرف عید الاضحی کے موقع پر قربانی کرنا ضروری ٹھہرا۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود بھی قربانی کے قرآنی حکم پر عمل کیا تھا اور اپنے دست مبارک سے جانور کی قربانی فرمائی تھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى»

(صحیح بخاری ج۲ص۸۳۳)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عید گاہ میں جانور کو ذبح اور نحر فرماتے تھے

یہ اس لئے تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اسلام میں نحر اور ذبح کس طرح کیا جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

«ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ،

ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَسَمَّى وَكَبَّرَ(صحیح مسلم ج۲ص۱۵۶)

حضور ﷺ نے دو گندمی رنگ کے سینگ والے مینڈھوں کی اپنے ہاتھ سے قربانی کی آپ نے ان کے پہلوؤں پر قدم مبارک رکھا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر انہیں ذبح فرمایا

وَانْكَفأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا»(صحیح مسلم ج۲ص۱۵۵)

حضور ﷺ دو مینڈھوں کی جانب بڑھے اور ان دونوں کو آپ نے اپنے دست مبارک سے ذبح کیا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کی آنکھیں ہاتھ پیر سیاہ رنگ کے ہوں اور وہ سینگوں والا ہو چنانچہ ایک مینڈھا لایا گیا آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

«يَا عَائِشَةُ، هَلُمِّي الْمُدْيَةَ»، ثُمَّ قَالَ: «اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ»، فَفَعَلَتْ: ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: «بِاسْمِ اللهِ،

اللهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ»((صحیح مسلم ج۲ص۱۵۶)

اے عائشہ چھری لاؤ پھر آپ نے چھری کو پتھر سے تیز کرنے کا حکم دیا تیز ہو جانے کے بعد آپ نے چھری لی مینڈھے کو پکڑا اس کو لٹایا اور ذبح کرنے لگے پھر کہا بسم اللہ۔ اے اللہ محمد اور آل محمد اور امت محمد کی جانب سے اس کو قبول فرما پھر آپ نے اس کی قربانی کی

قربانی کے بارے میں حضور ﷺ کی وصیت

حضور ﷺ کی نظر میں قربانی کس اہمیت کی حامل عبادت تھی اسے دیکھئے آپ ﷺ نے

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی کی پابندی رکھیں آپ کہتے ہیں

إن رسولَ اللهِ –صلَّى الله عليه وسلم– أوصاني أن أُضحِّي عنه، فأنا أُضحِّي عنه (مشکوۃ ص۱۲۸ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں آپ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں چنانچہ میں ایک قربانی آپ کی طرف سے کرتا ہوں

شارح مشکوۃ مولانا قطب الدین محدث دہلوی (۱۲۸۹ھ) لکھتے ہیں

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر سال قربانی کیا کرتے تھے (مظاہر حق ج ۱ ص ۹۲۲)

حافظ ابن قیم حنبلی (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں

فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدَعُ الْأُضْحِيَّةَ،(زادالمعاد ج ۱ ص ۲۴۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی قربانی ترک نہیں فرمائی

علامہ محمد بن احمد بن رشد مالکی (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں کہ سفر میں بھی آپ نے قربانی کی تھی

وَذَلِكَ أَنَّهُ لَمْ يَتْرُكْ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – الضَّحِيَّةَ قَطُّ فِيمَا رُوِيَ عَنْهُ حَتَّى فِي السَّفَرِ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۴۱۵)

☆... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں قربانی کا ایک روح پرور منظر

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے جانوروں کی قربانی فرماتے تھے حج کے موقع پر آپ کے لئے سو اونٹ لائے گئے جن میں سے آپ نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کئے

تھے، باقی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے

فَنَحَرَ النَّبِيُّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – بِيَدِهِ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ، وَنَحَرَ عَلِيٌّ مَا غَبَرَ (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۹)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سو اونٹ کی قربانی کی جن میں تریسٹھ اپنے دست مبارک

سے نحر کئے جس کی کیفیت حدیث میں اس طرح آئی ہے **فطفِقْنَ يزدلِفْنَ إليه بأيتهن يبدأ**، (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۵۲) کہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی گردن بڑھاتا تھا گویا ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ پہلے مجھے ذبح کیجئے۔ سبحان اللہ کیا شان محبوبیت تھی

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بکف　　　بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان میں زیادہ چسپاں ہے واقعی آپ تو ایسے ہی تھے کہ جانور اپنی گردنیں خود آگے بڑھاتے تھے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ کاش پہلے میں آپ کے ہاتھ سے ذبح ہو جاؤں (اشرف الجواب ص ۴۸۳)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مد ظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

جن جانوروں کا آپ نے اپنے دست مبارک سے نحر کیا تھا ان میں ایسے بھی تھے جو از خود آپ کے قریب آ رہے تھے کہ دیکھئے کس سے آپ ابتداء فرماتے ہیں... اللہ اکبر! کس قدر خوش قسمت تھیں یہ اونٹنیاں کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتی تھی کہ میں آپ کے ہاتھ سے ذبح ہو جاؤں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو پڑھاتے ہوئے رو پڑتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بکف　　　بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

(الدر المنضود علی سنن ابی داؤد ج۳ ص ۱۸۲)

حضور ﷺ کی محبت میں جانور ایسے مست تھے کہ دیوانہ وار آپ کی طرف بڑھے چلے جارہے تھے وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے بڑھ کر پوری کائنات میں کسی دوسرے کا ہاتھ مقدس اور مبارک نہیں ہو سکتا، ان ہاتھوں پر جان نکلتی ہے تو ایک نہیں ہزاروں جانیں بھی اس پر قربان ہوجائیں تو کم ہے، یہ شرف بھی ہر کسی کا نصیب کہاں، محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وفي الحديث من المعجزة الباهرة والدلالةِ على محبة الحيوانات العجم رسول الله ﷺ والموت في سبيل الله تعالى، وابتغاءِ مرضاته بيده الشريفة. (بذل المجہود ج۷ ص ۸۰)

☆... قربانی کی شرعی حیثیت

علماء کے درمیان اس بات پر گو اختلاف ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تاہم اس کے سنت مؤکدہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ہر سال عید الاضحی کے موقع پر قربانی فرمائی تھی جس سے فقہاء نے قربانی کے وجوب پر استدلال کیا ہے فقہاء احناف کا موقف بھی وجوب کا ہے، شارح مسلم حضرت امام نووی (۶۷۶ھ) نے دیگر فقہاء سے بھی قربانی کا وجوب نقل کیا ہے آپ لکھتے ہیں

قَالَ رَبِيعَةُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَاللَّيْثُ هِيَ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُوسِرِ وَبِهِ قَالَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ وَقَالَ النَّخَعِيُّ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُوسِرِ إِلَّا الْحَاجَّ بِمِنًى (نووی ج۲ ص ۱۵۳)

امام ربیعہ بن ابی عبد الرحمن (۱۳۶ھ) امام لیث (۱۷۵ھ) کہتے ہیں کہ ہر مالدار پر قربانی واجب ہے اور مالکی مذہب کے بعض فقہاء بھی اس کو واجب کہتے ہیں امام ابراہیم نخعیؒ (۹۶ھ) کہتے ہیں کہ مالدار پر قربانی

واجب ہے البتہ حاجی پر منی میں قربانی کرنا واجب نہیں ہے ۔
حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) نے حضرت امام مالک (۱۷۹ھ) اور امام احمد (۲۴۱ھ) سے بھی ایک قول وجوب کا نقل کیا ہے

وَفِي وجوب الْأُضْحِية قَوْلَانِ لِأَحْمَد وَمَالك وَغَيرهمَا (فتاوی مصریہ ص ۵۲۲)

حافظ ابن رشد مالکی (۵۹۵ھ) نے امام مالک سے ایک قول وجوب کا بتایا ہے (دیکھئے بدایۃ المجتہد
ج ۱ ص ۴۱۵) اور امام شافعی (۲۰۴ھ) کا موقف سنت مؤکدہ لکھا ہے (ایضا)
مولانا عبد الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں

وعن أبي حنيفة تجب على المقيم الموسر، وعن مالك مثله في رواية، لكن لم يقيد بالمقيم، وقال أحمد: يكره تركها مع القدرة، وعنه واجبة. (منۃ المنعم ج ۳ ص ۳۱۸)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں

فصل لربک وانحر دلالتها على صلاة العيد ونحر البدن بعدها ظاهرة (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۱۹)

یعنی اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ جس طرح عید کی نماز واجب ہے اسی طرح (صاحب استطاعت پر) قربانی کرنا بھی واجب ہے
پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک پر غور کیجئے جس میں آپ نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں کو مسلمانوں کی عید گاہ کے قریب آنے سے بھی روک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ یہ وعید کیا کم ہے ؟ کیا اس وعید سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ اسلام میں قربانی کا عمل کس درجے کا ہے ؟ حضرت امام برہان الدین علی بن ابی بکر

فرغانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں یہ وعید کسی واجب کے چھوڑنے سے ملحق ہوتی ہے۔

وَمثل هَذَا الْوَعيد لَا يلْحق بترك غير الْوَاجِب (ہدایہ ج۴ص ۳۵۵۔ عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۱۴۴)

جو حضرات قربانی کے وجوب کے قائل نہیں ہیں وہ بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ قربانی کی عبادت کو معمولی نہ سمجھا جائے، یہ سنت مؤکدہ درجے کی عبادت ہے۔ حافظ ابن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) نے المغنی میں حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ نیز امام شافعی امام اسحاق بن راہویہ ابو ثور اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا کہ یہ سب حضرات قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں (المغنی ج۹ص ۳۰۵)

شیخ محمد بن اسماعیل یمانی (۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں

ذَهَبَ الْجُمْهُورُ مِنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَالْفُقَهَاءِ إلَى أَنَّهَا سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ (سبل السلام ج۲ص ۱۳۴)

قربانی شعار دین میں سے ہے

یاد رکھئے کہ قربانی کے وجوب یا اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی بحث تو آپ کو ملے گی مگر اس کے شعار دین ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ملے گا اب اس بہانے شعار دین سے نہ صرف یہ کہ خود

اعراض کرنا بلکہ مسلمانوں کو وجوب یا عدم وجوب کی بحث میں خوا مخواہ الجھانا انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو دین اور دینی احکام سے بیزار ہیں

پیش نظر رہے کہ قربانی کا شعائر دین ہونا امت میں کبھی اختلافی نہیں رہا، شیخ الاسلام علامہ محمد بن علی المعروف بابن دقیق العید (۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ أَنَّ الْأُضْحِيَّةَ مِنْ شَعَائِرِ الدِّينِ (احکام الاحکام ج۲ص ۱۱۰)

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ قربانی شعائر دین میں سے ہے۔

اور ان سے بہت پہلے حافظ ابن حزم (۴۵۶ھ) یہ کہہ چکے ہیں:۔
وَلَا خِلَافَ فِي كَوْنِهَا مِنْ شَرَائِعِ الدِّينِ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۹۳۔ نیل ج ۵ ص ۱۱۴)
حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب فرماتے ہیں

شعائر اللہ کی تعظیم ہمارے دین کا اہم جزو ہے...لہذا ان کا احترام کرنا از حد ضروری ہے امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ اذان، اقامت، نماز، اور قربانی شعائر اللہ کا حصہ ہے ان کا تمسخر کرنا بے ادبی اور بے دینی ہے (دروس القرآن ج ۱۲ ص ۴۶۵)

قرآن کریم میں شعائر اللہ کا ذکر چار مقامات پر آیا ہے ان میں سے ایک سورۃ الحج کی آیت ۳۶ ہے جس میں قربانی کے بڑے جانور اونٹ اور گائے کو منجملہ شعائر اللہ کہا گیا ہے اور سورہ مائدہ کی آیت (۲) میں شعائر اللہ کے احترام کی تعلیم دی گئی اور سورہ حج ہی کی ایک دوسری آیت میں شعائر اللہ کی تعظیم کو دل کے تقوی کی علامت بتایا گیا ہے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں

اعْلَم أَن مبْنى الشَّرَائِع على تَعْظِيم شَعَائِر الله تَعَالَى، والتقرب بهَا إِلَيْهِ تَعَالَى، وَذَلِكَ لما أومأنا إِلَيْهِ من أَن الطَّرِيقَة الَّتِي نصبها الله تَعَالَى للنَّاس هِيَ محاكاة مَا فِي صقع التجرد بأَشْيَاء يقرب تنَاولهَا للبهيمية، وأعني بالشعائر أمورا ظَاهِرَة محسوسة جعلت ليعبد الله بهَا، واختصت بِهِ حَتَّى صَار تعظيمها عِنْدهم تَعْظِيمًا لله، والتفريط فِي جنبها تفريطا فِي جنب الله، وركز ذَلِك فِي صميم قُلُوبهم لَا يخرج مِنْهُ إِلَّا أَن تقطع قُلُوبهم، (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۳۳)

جان لیں کہ شریعتوں کا مدار شعائر اللہ کی تعظیم پر اور ان کے ذریعہ اللہ

کا تقرب حاصل کرنے پر ہے اور یہ بات اس وجہ سے ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ طریقہ جو اللہ تعالی نے انسانوں کے لئے مقرر کیا ہے وہ اس چیز کی مشابہت پیدا کرنا ہے جو تجرد کی جانب میں ہے (یعنی فرشتوں کے احوال اپنے اندر پیدا کرنا ہے) ایسی چیزوں کے ذریعہ جن کو لینا (یعنی اختیار کرنا) بہیمیت کے لئے آسان ہے (یعنی جو ملکی اعمال بہیمیت کے بس میں ہوں وہ اس سے کرائے جائیں) اسی سے آدمی میں ملکی احوال پیدا ہوں گے اور شعائر سے میری مراد وہ ظاہری محسوس امور ہیں جو اس لئے مقرر کئے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالی کی بندگی کی جائے اور وہ چیزیں اللہ کے ساتھ اس طرح مخصوص ہو گئی ہیں کہ انکی تعظیم لوگوں کے نزدیک اللہ تعالی کی تعظیم ہو گئی ہے اور انکے معاملہ میں کوتاہی اللہ کے معاملہ میں کوتاہی ہو گئی ہے اور وہ بات لوگوں کے دلوں میں جڑ میں گاڑ دی گئی ہے نہیں نکل سکتی دل سے مگر یہ کہ انکے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں (رحمۃ اللہ الواسعۃ ج ۱ ص ۲۰۶)

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جب کوئی جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا جائے تو اب اس پر کسی انتہائی مجبوری کے بغیر سواری کرنا قربانی کے جانور سے سواری کا کام لے کر نفع پانا اس کا دودھ اپنے استعمال میں لانا اس کے بالوں کو اتار کر فروخت کرنا اس جانور کو فروخت کرکے نفع کی رقم خود استعمال کرنا یا شراکت داروں میں سے کسی شریک کا گوشت فروخت کرنے کی نیت سے شامل ہونا قربانی کے جانور کی کھال فروخت کرکے رقم اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جانور قربانی کے لئے خاص ہو چکا ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں قربانی کا شعائر دین میں سے ہونا کبھی اختلافی نہیں رہا سو شعار دین کو ہلکا اور معمولی سمجھنا یا لفظوں کے ہیر پھیر سے قربانی کا مذاق اڑانا یا کسی حیلے اور

بہانے سے اس کا انکار کرنا اور قربانی کے خلاف شرمناک مہم چلانا بے دینی اور گمراہی ہے علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ جس طرح نماز وتر کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے قربانی کے انکار سے بھی مسلمان دائرہ اسلام سے باہر نکل جائے گا۔

وَمَنْ أَنْكَرَ أَصْلَ الْوِتْرِ وَأَصْلَ الْأُضْحِيَّةِ كَفَرَ (البحر الرائق ج۲ ص۵۱)

قربانی پر عمل نہ کرنے کی صورت میں آدمی گنہ گار ہو گا جبکہ اس کے انکار سے مسلمان ، مسلمان نہیں رہتا اس لئے ہر اس قول و فعل سے آدمی کو بچنا چاہیئے جس سے اس کا اسلام کسی خطرے میں آجائے ۔ یاد رکھئے کہ وہ لوگ بڑے خطرے میں ہیں جو دینی شعائر کو اختلافی بنا کر مسلمانوں میں اس کی اہمیت مٹانے یا کم کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ شعائر دین کے استخفاف اور استہزاء سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

☆... قربانی کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) اسلام ۔۔۔ قربانی مسلمان پر ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے اوقات میں (۱۰ ذی الحج سے بارہ ذی الحجہ کے غروب کے درمیان) کوئی غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو اس پر بشرط استطاعت قربانی کرنا ضروری ہو جائے گا

(۲) مالداری ۔۔۔ مالدار شخص پر قربانی واجب ہے یہاں مالداری سے مراد وقتی مالداری ہے یعنی قربانی کے اوقات میں اگر کسی کے پاس اتنی رقم آجائے کہ اس سے وہ صاحب استطاعت ہو جائے تو اس پر قربانی کرنا ضروری ہو گا، محض یہ کہنا جائز نہیں ہو گا کہ چونکہ اس مال پر پورا سال نہیں گزرا اس لئے مجھ پر قربانی ضروری نہیں۔

(۳) آزاد ہونا ۔۔۔ غلام پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، ہاں اگر وہ قربانی کے اوقات میں غلامی کی زندگی سے نکل آئے اور آزاد ہو جائے اور صاحب استطاعت بن جائے تو اس پر قربانی ضروری ہو گی

(۴) مقیم ہونا ۔۔۔ مسافر شخص پر قربانی واجب نہیں ہاں اگر وہ قربانی کے اوقات میں سفر

سے واپس لوٹ آیا تو اب اس پر قربانی کرنا ضروری ہو گا

☆... قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی ہر مسلمان پر واجب ہے جو عاقل بالغ اور مقیم ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اسکی قیمت کا مال ہو اور اسکی ضرورت اصلیہ سے زائد مکانات اور جائدادیں وغیرہ ہوں

☆... یاد رہے کہ قربانی کے لئے اس مال پر سال بھر کا گزرنا بھی شرط نہیں ہے اور نہ اس کا تجارتی ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی شخص قربانی کے تین دنوں میں سے آخری دن بھی کسی صورت سے مال کا مالک ہو جائے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

☆... جس طرح مردوں پر قربانی واجب ہے اسی طرح عورتوں کے ذمہ بھی قربانی واجب ہے بشرطیکہ ان کے پاس ذاتی زیورات ہوں یا اتنا مال و جائداد ہو جو نصاب کے برابر ہو۔ قربانی صرف اپنی طرف سے واجب ہے ان پر اولاد کی طرف سے واجب نہیں (مسائل عیدین ص ۱۱۸)

☆... عورت صاحب نصاب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، وہ اپنے پیسوں سے قربانی کرے اگر اس کے پاس نقد رقم نہ ہو تو شوہر یا کسی سے لے کر قربانی کرے یا اپنا زیور وغیرہ فروخت کر کے قربانی کرے یا پھر اسکی طرف سے اس کا شوہر عورت کی اجازت سے قربانی کرے، عورت کی اجازت اور اس کو مطلع کئے بغیر اگر اس کا شوہر قربانی کرے گا تو اس کی واجب قربانی ادا نہ ہو گی (فتاوی رحیمیہ ج ۱۰ ص ۴۵)

☆... گھر میں ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے ایک کی قربانی سب (کی طرف سے قربانی) کے لئے کافی نہیں ہو سکتی (فتاوی رحیمیہ ج ۶ ص ۱۶۴)

☆... بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہو جانا کافی ہے بعض لوگ ایک سال اپنی طرف سے قربانی کر لیتے ہیں، ایک سال اپنے مرحوم والد کی طرف سے، ایک سال

مرحومہ والدہ کی طرف سے۔(یہ صحیح نہیں ہے)

خوب یاد رکھنا چاہئے کہ گھر کے جتنے افراد پر قربانی واجب ہو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے مثلا میاں بیوی اگر دونوں صاحب نصاب ہوں تو دونوں کی طرف سے دو قربانیاں لازم ہیں اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہوں تو خواہ اکھٹے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے

اسی طرح بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ قربانی کرنا کافی ہے یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ جس طرح زکوۃ فطرانہ ہر سال واجب ہوتا ہے اسی طرح صاحب نصاب پر بھی قربانی ہر سال واجب ہے(آپ کے مسائل ج۴ص۱۶۵)

☆... جس کے پاس رہائشی مکان کے علاوہ دوسرا مکان یا ضرورت کے پلاٹ کے علاوہ اور پلاٹ ہے اس پر قربانی واجب ہے (دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۳۸)

☆...وہ لوگ جو ملازمت نہیں کرتے لیکن ان کے والدین کی جانب سے دی ہوئی اتنی رقم نقد یا بنک میں موجود ہے جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے تو ایسے لوگوں پر قربانی ضروری ہے

☆... جس آدمی پر قرض ہو اگر قرض کو وضع کرنے کے بعد اس کے پاس اتنا مال ہے جو نصاب کے برابر ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔

☆...اسلام میں قربانی کی حقیقت

استاذنا المحترم محقق العصر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتھم لکھتے ہیں

ہر مذہب اور دین خدا کے قرب کی تلاش میں سرگرداں ہے مذہب کا تصور ہی ذات واجب کے اقرار اور اس کی رضا حاصل کرنے کی پیاس کا نام ہے انسان ذات واجب کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو محنت لگائے وہ اس کی قربانی ہے جس کا مطلوب اس ذات واجب کو پالینا ہے قربانی اس کے قرب میں لے جانے والے اعمال کو ہی کہتے ہیں۔ اللہ

تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا کہ "سجدہ کرتا جا اور میرے قرب میں بڑھتا جا" (سورۃ العلق) سو اقتراب کی راہ اس کی عبادت بجالانا، اپنی عاجزی اور بندگی کا اقرار کرنا، اور اپنی راحت کو اس پر لٹادینے کا قصد ہے جس سے خوش قسمت لوگ ہی گذرتے ہیں۔

جس طرح عبادات بدنی ہیں مالی بھی ہیں، انسان خدا کی راہ میں اپنا بدن لگائے اور مال بھی، قربانی بدنی بھی ہے اور مالی بھی، بدن پر اللہ کی راہ میں ریاضت ڈلوایا، یا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہر دو عمل قربانی ہیں اور حقیقت میں مذہب اس اقتراب کا نام ہے، سجدے اور رکوع روزے اور طواف سب اسی تلاش قرب کے کنارے ہیں۔۔

اس تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ قربانی کی حقیقت ذات واجب کی رضاجوئی میں اپنے اوپر مشقت ڈالنا ہے اللہ تعالی نے کارخانہ کائنات کو یہ تکریم بخشی ہے کہ ہر ادنی اعلی پر قربان ہو رہا ہے لہلہاتے کھیت اور پھلوں سے لدے درخت اگر انسان کے کام آجائیں تو یہ اپنا مقصد وجود پورا کر گئے اور کھڑے کھڑے خشک ہو جائیں تو یہ ضیاع ہے، مال کا ضائع ہونا کسی کو پسند نہیں

بھیڑیں بکریاں انسان کے کام آجائیں تو یہ اپنا مقصد وجود پورا کر گئیں اور لاوارث چلتی پھریں تو خود انسان کے لئے مصیبت اور اپنے آپ کے لئے بھی ایک بوجھ بن جائیں، سو حیوانات اس لئے ہیں کہ اپنے سے برتر ذات (یعنی انسان) کے کام آئیں جمادات نباتات اور حیوانات سب انسان کے کام کے لئے ہیں اور انسان کے لائق بھی یہی ہے کہ ہمہ تن بندہ ہو کر خدا کے کام آئے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسے جان دینی پڑے دے دے، مال دینا پڑ جائے تو دے ڈالے۔

قربانی کی بنیاد دو چیزوں پر ہے

قربانی کی بنیاد دو چیزیں ہیں (۱) قربانی دینے والے کی اپنی نیت کہ میرے اس عمل کو اللہ تعالی قبول فرمالے اور مجھے اپنا قرب بخشے (۲) ادنی اعلی پر قربان ہو کہ ہر ادنی ہے ہی اس

لئے کہ اپنے اعلی کے کام آجائے یہاں سجدہ ریزیاں اقتراب کی منزل پانے کے لئے ہیں، سو سجدہ میں کہا جاتا ہے سبحان ربی الا علی بندہ یہاں ذات اعلی پر اپنے آپ کو فدا کر رہا ہے، ادنی اعلی پر قربان ہو رہا ہے، کبھی یہ قربانی مالی قربانی کی شکل بھی اختیار کر جاتی ہے، انسان اپنا مال زکوۃ صدقات کی صورت میں ہو، یا ہدایا اور عطیات کی شکل میں، ذات واجب پر لٹاتا ہے اور کبھی اس مال سے مالی اور جانی دونوں قربانیاں اللہ کے حضور گذاری جاتی ہیں مال سے جانور خرید و اور پھر اس نیت سے خدا کے نام پر ذبح کر دو

"اے اللہ اسے میری جان کا فدیہ بنا اور اسے قبول فرما"

اس جانور نے تو ویسے بھی ذبح ہونا تھا اب اس بندے کی جان کا فدیہ ہو کر ذبح ہو گیا یہ اس بندے کی جان کا فدیہ سمجھی ہو گا کہ بندہ اپنے آپ کو خدا تعالی کے حضور مر مٹنے کے مقام پر لے آئے

کہ اے اللہ میں تیرے حضور ذبح ہونے کے لئے تیار ہوں یہ تیری عنایت ہے کہ اب اس انسانی جان کے بجائے تو اس جانور کا ذبح ہونا قبول فرمالے۔ سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی جان کی قربانی کے لئے تیار تھے اللہ تعالی نے کرم فرمایا کہ اس اصل کے بجائے اس کا بدل قبول فرمالیا۔ انسان کے اس ارادے اور نیت سے جانور کی قربانی نہ صرف ایک مالی عبادت بنی، بلکہ جانی عبادت کی بھی صورت اختیار کر گئی اور قربانی دینے والی کی اپنی جان کا بھی فدیہ ہو گئی۔

اسلام میں جہاد کے موقع پر انسانی جانیں اور عید الاضحی کے موقع پر جانوروں کی جانیں فدیہ کے طور پر بایں نیت کہ اگر جہاد میں اپنی جان دینی پڑ جائے تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا نہایت ہی نیاز مندی سے اللہ کے حضور گزارنی جاتی ہیں اور یہ سب اعمال قربانی کہلاتے ہیں، اس قربانی سے انسان کے اپنے گناہ جھڑتے ہیں اور یہ اراقت دم (خون کا بہانا) اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں یہ اس طرح نہیں کہ اپنے گناہ اس جانور پر لاد دئے گئے (

اس نے تو ویسے بھی ذبح ہونا تھا) بلکہ اس مالی قربانی اور اپنی جانی قربانی کے قصد سے اب اس کے گناہ معاف کر دئے گئے اور یہ قربانی اس طرح اس کے گناہوں کا کفارہ بنی، یہ نہیں کہ جانور کا خون یونہی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا ہے۔

☆...**عیسائیوں کا تصور قربانی**

قربانی کا مسیحی تصور مسلمانوں کے تصور قربانی سے بالکل جدا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب ہو کر (پھانسی چڑھ کر) ہمارے گناہوں کا کفارہ بنے اس میں ان کے ہاں (ان عیسائیوں کی) اپنی نیت کا کوئی دخل نہیں، حضرت مسیح کی قربانی ان گنہ گاروں نے پیش نہیں کی نہ حضرت مسیح نے (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح) خود اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کیا بلکہ بقول ان کے خدا تعالی نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ حضرت مسیح کو سولی چڑھنا پڑا جب اس میں ان کی امت کے اپنے ارادہ اور نیت کا کوئی دخل نہیں تو یہ خون ناحق ان کے گناہوں کا کفارہ کیسے بن گیا؟ قربانی کسی کی ہوئی اور گناہ کسی کے جھڑ رہے ہیں، معلوم نہیں یہ کون سی قسم کا کفارہ ہے اور اس میں کون سا فلسفہ زندگی ہے

ثانیا۔ قربانی کی بنیاد یہ ہے کہ ادنی اعلی پر قربان ہو یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ اعلی ادنی پر قربان مانا جارہا ہے خداوند یسوع مسیح اپنے بندوں پر قربان ہو کر سولی چڑھ رہے ہیں یا پیغمبر خدا حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام خود اپنے امتیوں پر قربان ہو رہے ہیں دونوں صورتوں میں یہ قربانی اعلی کی ادنی کے لئے ہے، ادنی کی اعلی کے لئے نہیں ہے اور یہ بات قربانی کے اصول کے خلاف ہے

اسلام میں جانور کی قربانی اس لئے انسان کے گناہوں کا کفارہ بنی تھی کہ ان انسانوں نے بعزم جہاد جانور کو بطور بدل ذبح ہونے کے لئے پیش کیا (اصل قربانی ان کی اپنی جان کی ہی تھی) مگر عیسائیوں میں تو جہاد نہیں۔ان کے ہاں کوئی جانی قربانی کیسے دوسروں کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتی ہے بائیبل میں صرف مالی قربانی انسان کے گناہوں کا فدیہ قرار دی

گئی اور نئے عہد نامہ نے اس اصول کو منسوخ نہیں کیا۔ امثال سلیمان میں یہ بات اس طرح ملتی ہے

> آدمی کی جان کا فدیہ مال اور اسباب ہے... دانشمند کا قانون حیات کا چشمہ ہے تاکہ وہ موت کے پھندوں سے چھٹکارا پائے (امثال باب ۱۳ ورس۔ ۸ ۔۱۳)

عیسائیوں کے ہاں حضرت مسیح نے قربانی کا آغاز اپنے آخری کھانے عشائے ربانی سے کیا اس آخری کھانے کا ذکر تینوں ہم خیال انجیلوں میں ملتا ہے اور ان کے ہاں قربانی اس سے شروع ہوئی کہ روٹی۔ مسیح کا گوشت... اور شراب مسیح کا خون قرار دئے گئے اور سب حواریوں نے قربانی کا (یعنی حضرت مسیح کا) گوشت کھایا اور حضرت مسیح کا خون پیا۔ متی لکھتا ہے

> جب شام ہوئی تو وہ بارہ شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا اور جب وہ کھارہے تھے تو اس نے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا وہ بہت دل گیر ہوئے... جب وہ کھارہے تھے تو یسوع نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑدی اور شاگردوں کو دے کر کہا لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے پھر پیالہ لے کر شکر کیا اور انہیں دے کر کہا کہ تم سب اس میں سے پی لو کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے (انجیل متی باب ۲۶ ورس۔ ۲۰۔ ۳۰)

یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا آخری کھانا تھا یہ عید فسح کا دن تھا جو یہودی تہوار تھا "متی" یہودی روایات کو ساتھ رکھ کر آگے چلتا ہے یہ آخری کھانا عیسائیوں کے ہاں ان کا نظام عبادت ہے سو عیسائی اعتقاد کے مطابق کفارہ کا عمل حضرت مسیح کے سولی چڑھنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا انگریز مصنف اے ٹرائی کاٹ A.Tricot نے نئے عہد نامہ کی ایک

مختصر ڈکشنری لکھی ہے اس میں وہ عیسائی اصطلاحات کا مذہبی مفہوم لکھتا ہے اس میں وہ Eucharist کے تحت لکھتا ہے

آخری کھانا حضرت مسیح نے اپنے بارہ حواریوں کے ساتھ کھایا اس کے دوران آپ نے قربانی کا آغاز کیا

عیسائی عقیدہ میں اس قربانی کی تکمیل حضرت مسیح علیہ السلام کے سولی پر جان دینے سے ہوئی جب وہ باپ سے کہہ رہے تھے میرے خدا میرے خدا تو نے مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا عیسائی اب اسی یاد میں گر جا گھر میں ڈبل روٹی کاٹتے ہیں اسے زندگی کی روٹی کہا جاتا ہے روٹی کے ساتھ یہ پانی پیتے ہیں جسے مسیح کا خون سمجھا جاتا ہے ان کے ہاں جو شخص مسیح کا گوشت کھائے اور ان کا خون پیئے حقیقت عیسوی ان کے اندر اتر جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے (مقدمہ کتاب الاستفسار ص ۱۶۴)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عیسائیوں کے ہاں حضرت مسیح کی مصلوبیت سے قربانی کا جو تصور پیش کیا جاتا ہے وہ اسلام کے تصور قربانی سے بالکل ایک الگ تصور ہے عیسائی علماء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی قربانی سے مسیح کی قربانی کا جو تصور پیش کرتے ہیں آپ ہی بتائیں کیا وہ کسی طرح بھی اس تصور سے میل کھاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

سو قربانی کی حقیقت اپنے آپ کو ایک اللہ کی رضاجوئی کے لئے پیش کر دینا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس نے انسان کی جان کے بجائے جانور کو ذبح کرنے کا حکم فرما دیا اور اس کے اس جذبہ قربانی کو قبولیت کی منزل پر پہنچا دیا۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی (۱۴۰۳ھ) اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں کہ

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے اُن کو یہ گوارا نہ ہوا۔

اس لئے حکم دیا کہ ایک جانور ذبح کر دو۔ ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۳۹۵)

☆... قربانی کا مقصد

عید الاضحی کے دن جانور کو ذبح کرنے اور اس کا خون زمین پر گرانے کا مقصد ہر گز کوئی تہوار منانا نہیں ہے (جس طرح افریقہ کے بعض قبائلی علاقوں میں یہ رسم بطور تہوار منائی جاتی ہے) اور نہ ہی اس کا مقصد غرباء اور فقراء کے لئے گوشت کا اہتمام کرنا ہے اور نہ ہی خدا کو جانوروں کے گوشت اور اس کے خون کی ضرورت ہے وہ ان جانوروں (اور ساری کائنات) کا مالک ہے

اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ تم سے خون اور گوشت مانگے، اور تم سے کھانا اور دانہ طلب کرے اللہ فرماتے ہیں

مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ (پ۲۷ الذاریات ۵۷۔۵۸)

(ترجمہ) میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور نہیں چاہتا کہ (وہ) مجھ کو کھلائیں۔ اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زورآور مضبوط

اللہ تعالی ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں

لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ (پ۱۶ طہ ۱۳۲)

ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تو خود تمہیں کھلاتے ہیں

یعنی قربانی سے مقصود انسان کے دل کا امتحان لینا ہے کہ جانور کے ذبح کا (اسی طرح غرباء ومساکین کی خدمت کا) مقصد اللہ کی رضا ہے یا غیر اللہ کی خوشنودی؟ کون دل کی سچائی کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور کون نام ونمود اور فخر ونمائش کے لئے جانور ذبح کرتا ہے کس کا دل پاکیزہ ہے اور کس کا دل دوسروں سے داد چاہتا ہے؟

پچھلے چند سالوں سے قربانی کے جانوروں کے بارے میں ہمارا رویہ ملاحظہ کریں تو یقینا ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں ایک طرف افراط کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک جانور لاکھوں میں خرید کر اس کی بازاروں میں نمائش کی جاتی ہے ٹی وی کے نمائندوں کو بلابلا کر اس جانور اور اسکی قیمت کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، لوگ دور دور سے اس جانور کی زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں، ایک میلے کا سماں ہے جو دن رات لگا ہوا ہوتا ہے، جگہ جگہ اس جانور کی قدو کاٹھ، اس کا رنگ وزن اس کی نسل اور اسکی قیمت پر تبصرے چلتے ہیں تو دوسری جانب ایسے لوگ بھی ہیں جو درمیانہ درجے کا جانور خریدنے کی وسعت رکھنے کے باوجود نہایت لاغر اور کمزور جانور خریدتے ہیں گویا یہ لوگ جانور کی قربانی کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کم سے کم قیمت پر یہ بوجھ اتر جائے

ہم نے برطانیہ میں یہ بھی دیکھا ہے کہ مختلف شہروں سے معلومات حاصل کرتے ہیں کہ ہندوستان اور افریقہ کے کن کن ممالک میں نہایت ارزاں قیمت میں جانور ملتا ہے ایسے لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ قربانی کا جانور جہاں سب سے سستا مل جائے بیشک وہ لاغر اور کمزور ہی کیوں نہ ہو قربانی کرلو، جبکہ وہ خود اور ان کی اولادیں جو جوتے پہنتے ہیں یا موبائل فون رکھتے ہیں اس کی قیمت قربانی کے جانور سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ وہ تنگ دل اور کنجوس لوگ ہیں جن کے قربانی کے جانوروں کو دیکھ کر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جانور انہیں پل صراط سے کیا پار کرائیں گے الٹا انہیں یہ جانور اٹھا کر لے جانا ہوگا۔

مؤمن بندے کو چاہئے کہ وہ کم از کم اپنی وسعت کے مطابق اچھا جانور خرید کر اللہ کے حضور پیش کرے۔ قربانی عبادت ہے اس کو نام ونمود کا ذریعہ بنانا یا اسے ایک بوجھ سمجھنا بڑی دینی آفت ہے۔

قربانی سے دل کی پاکیزگی کا امتحان بھی ہے

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وہ قربانی کے ذریعہ تمہارے دل کی پاکیزگی کا امتحان لیتا ہے جس

نے محض اللہ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل میں جانور کے گلے پر چھری پھیر دی خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کے دل کی پاکیزگی اللہ کے حضور پہنچ گئی اور جس نے غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے یا کسی دوسرے اغراض کے لئے قربانی کی اس کا سب کچھ یہیں کا یہیں رہ گیا اور وہ اس امتحان میں ناکام ونامراد رہا، اس کا مال بھی ضائع ہوا اور وہ ریاکاری کا مجرم بھی ٹھہرا

اللہ تعالی فرماتے ہیں

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ(ص ۱۷الحج۳۷)

(ترجمہ)اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی سے مقصود درحقیقت دل کی پاکیزگی اور اس کا امتحان ہے جانوروں کا خون گرادینے اور اس کا گوشت کھانے اور کھلادینے سے خدا کی رضا نہیں مل جاتی اللہ کے ہاں اصل چیز تقوی اور اخلاص ہے اور یہی تمام اعمال کی جان اور روح ہے اور عند اللہ اسی کی قیمت ہے قربانی کے ارادے میں جس قدر نیت خالص ہوگی اتنی ہی اسے تقرب الہی کی دولت حاصل ہوگی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس روح یعنی تقوی خاص کی کہ تعظیم شعار ہے بہت حفاظت کرو اور سمجھو کہ ذبح مقصود بالذات نہیں دیکھو وہاں نہ خون پہنچتا ہے نہ گوشت جو چیز مقصود ہے وہ البتہ پہنچتی ہے یعنی تقوی چنانچہ اگر یہ لحم ودم (گوشت اور خون) مقصود ہوتا تو سارا جانور اٹھ کر چلا جایا کرتا پس صرف ذبح کو مقصود مت سمجھو، خدا کے یہاں تقوی پہنچتا ہے اس کو دیکھو کہ

اس ذبح کے ساتھ تقوی بھی مقترن (شامل) ہے جو کہ تعظیم شعائر اللہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ایک مدلول (من) کا یہ بھی ہو سکتا ہے اس طرح سے کہ تعظیم الشعائر منجملہ تقوی ہے جب تعظیم بجالائے تقوی متحقق ہو گیا یا تقوی سے تعظیم شعائر اللہ پیدا ہوتی ہے ایک مدلول (من) کا یہ بھی ہو سکتا ہے اس طرح کہ تعظیم پیدا ہوتی ہے تقوی سے، غرض جو چاہو کہو (وعظ۔ روح الارواح ۵۰)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں

اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس جگہ تقوی کے کیا معنی ہیں؟ عام معنی تو تقوی کے یہ ہیں کہ سب اعمال شریعت کے مطابق ہوں اور اعمال میں تقرب الی اللہ کی نیت ہو یہ تو یہاں مراد ہیں ہی، کیونکہ معنی عام کا تحقق ہر فرد میں ہوا کرتا ہے مگر اس مقام پر تخصیص ذکر سے ذوقاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہاں تقوی سے مراد بہت ہی بڑا کامل تقوی ہے جس کو اس مقام سے خصوصیت ہے اور خصوصیت کی ضرورت اس لئے ہے کہ تقوی کا عام مفہوم تو تمام اعمال میں مشترک ہے پھر یہ ظاہر ہے کہ ہر عمل کو دوسرے عمل سے خاص امتیاز حاصل ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہر عمل کے ساتھ جو تقوی متصل ہے اس کو بھی دوسرے عمل کے تقوی سے امتیاز حاصل ہو... پس جیسے قربانی کو دوسرے اعمال سے خاص امتیاز ہے اسی طرح اس میں جو تقوی ہے وہ بھی خاص قسم کا تقوی ہونا چاہئے اب دیکھئے وہ خاص قسم کا تقوی کیا ہے سو دوسری آیت میں حق تعالی فرماتے ہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

مُسْلِمُونَ(پ۴ آل عمران ۱۰۲)

(ترجمہ) اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہئے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان

میرے ذوق میں ''لَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔''-- حَقَّ تُقَاتِهِ کی تفسیر ہے مطلب یہ ہوا کہ کامل تقوی یہ ہے کہ اسلام پر موت آجائے اور اسلام کے معنی اپنے کو خدا تعالی کے سپرد کر دینے کے ہیں... تو تقوی کامل یہ ہوا کہ اپنی جان خدا تعالی کے سپرد کر دے کہ وہ جس طرح (چاہیں) اس میں تصرف کریں (وعظ۔ تکمیل الانعام ص۱۸)

حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی لکھتے ہیں

اس آیت نے قربانی کے سلسلہ میں ایک بڑی اہم اصل کا بیان کر دیا ہے (تفسیر ماجدی ص ۶۸۵)

اس میں بتایا گیا کہ قربانی میں نام و نمود شہرت و ریاء اور دکھاوا ہرگز مطلوب نہ ہو یہ بڑی آفت ہے جو مسلمان کی ساری نیکیوں کو کھا جاتی ہے، لاکھوں روپیہ کے جانور ذبح ہوں اور اس سے مقصود ریاء و شہرت ہو تو یہ نیکی برباد گناہ لازم ہوا اس لئے اس حقیقت کو کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ قربانی سے اصل مقصد تقویٰ کا حصول ہے اور وہی اللہ کے حضور پہنچتا ہے اور اسی پر نیکی کی بہاریں لگتی ہیں اور اسی پر اجر و ثواب ملتا ہے اور اسی کے حصول کی فکر بھی کرنی چاہئے

قربانی میں اپنی نیت کو خالص رکھئے

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی (۵۹۷ھ) مفسرین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

قال المفسرون: ومعنى الآية: لن تُرفع إلى الله لحومُها ولا دماؤها، وإنما يُرفع إليه التقوى وهو ما أُرِيدَ به وجهُه منكم، فمن قرأ

«تناله» بالتاء فإنه أنث للفظ التقوى ومن قرأ «يناله» بالياء، فلأن التقوى والتُّقى واحد. والإشارة بهذه الآية إلى أنه لا يقبل اللحوم والدِّماء إذا لم تكن صادرة عن تقوى الله، وإنما يتقبل ما يتقون به، وهذا تنبيه على امتناع قبول الأعمال إذا عريت عن نيَّةٍ صحيحة.(زاد المسیر ج۵ ص۴۳۶)

اللہ تعالی کے پاس قربانی کے جانور کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا اس کے پاس تقوی پہنچایا جاتا ہے اور جس عمل سے اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے وہی پہنچتا ہے

اس آیت میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ اگر تقوی نہ ہو تو اس کے پاس کچھ بھی قبول نہیں ہوتا اور اسی میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ جب کوئی عمل صحیح نیت سے خالی ہو تو وہ عمل اللہ کے ہاں شرف قبولیت نہیں پاتا

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں

لَنْ يَقْبَلَ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاءَهَا، وَلَكِنْ يَصِلُ إِلَيْهِ التَّقْوَى مِنْكُمْ، أَيْ مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُهُ، فَذَلِكَ الَّذِي يَقْبَلُهُ وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ وَيَسْمَعُهُ وَيُثِيبُ عَلَيْهِ، وَمِنْهُ الْحَدِيثُ (إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ). (تفسیر قرطبی ج۱۲ ص۴۴)

اللہ گوشت اور خون قبول نہیں کرے گا لیکن اس کی بارگاہ میں تمہاری طرف سے تقوی پہنچتا ہے یعنی جو اس کی ذات پاک (کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا) کا ارادہ کیا گیا ہے اس کو اللہ قبول فرماتا ہے اور وہ (عمل) اسکی طرف بلند ہوتا ہے اور وہ اسے سنتا ہے اور وہ اس پر اجر عطا فرماتا ہے

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

اللہ نے قربانی کے وقت اس کا حکم دیا ہے کہ بوقت ذبح اس کا نام لیا جائے اس لئے کہ وہی خالق اور رازق ہے، اللہ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے، جاہلیت کی بے وقوفیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کا خون چھڑکتے تھے، مسلمان ہو کر صحابہ نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ خدا تو تقوی کو دیکھتا ہے اس کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ

(«إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَلَا إلى أموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم»(صحیح مسلم ج۴ ص۱۹۸۷)

اللہ تعالی تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں اور حدیث میں ہے کہ

(«إن الصدقة لتقع فِي يَدِ الرَّحْمَنِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ فِي يَدِ السَّائِلِ، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ»(تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۸۲)

خیرات اور صدقات سائل کے ہاتھ میں جائے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے خدا کے ہاں پہنچ جاتا ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے واللہ اعلم (تفسیر ابن کثیر پ ۱۷

ص ۶۳ مترجم)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں

اللہ کی خوشنودی محض جانور کو ذبح کرکے اور اس کا خون گرانے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے سے نہیں ملتی اور نہ ہی اللہ تک جانور کا گوشت اور خون پہنچتا ہے اصل چیز تو تمہارے دل کا تقوی ہے کہ تمہارے دل میں اللہ کی عظمت کس قدر ہے اور کس قدر اخلاص کے ساتھ تم یہ عمل کر رہے ہو (دیکھئے روح المعانی ج۹ ص ۱۵۱)

عارف باللہ حضرت شیخ احمد رومی لکھتے ہیں کہ:۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس دن خون بہانا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ (اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں پہنچتا اس کا گوشت اور خون لیکن اس کو پہنچتا ہے تقویٰ تمہاری طرف سے) یہ اشارہ کرتا ہے کہ صرف خون بہانا اور گوشت کھلانا معتبر نہیں ہے بلکہ اعتبار تقویٰ کا حاصل کرنا ہے جو تمام عبادات کے مقبول ہونے کی شرط ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اللہ صرف تقویٰ ہی سے قبول کرتا ہے اور تقویٰ تمام منہیات سے بچنے اور تمام احکام بجالانے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور جب یہ حاصل نہ ہوا تو صرف خون بہانا اور گوشت خیرات کرنا اُن کے کچھ کام نہ آئے گا اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو (مجالس الابرار ص ۲۷۲)

☆...ایک شبہ اور اس کا ازالہ

جب قربانی کا اصل مقصد اور اس کی روح تقوی ہے تو پھر قربانی کے بجائے کیوں نہ تقوی اختیار کیا جائے اور لوگوں کو اس کی ضرورت پر زور دیا جائے؟

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی (۱۴۰۳ھ) اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں

جب سارے اسلام کا حاصل تقوی نکلا اس لئے سب کچھ چھوڑ کر بس تقوی اختیار کر لیجئے یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ ہر ہر چیز کی روح علیحدہ ہے اسی طرح ہر عبادت کا تقوی جداگانہ ہے تو جو تقوی گوشت پوست کے ذریعہ پہنچتا اور حاصل ہوتا ہے وہ کسی دوسری عبادت صدقہ وغیرہ سے کیسے حاصل ہو سکتا ہے مثلا زید کی روح کو گدھے کے قالب میں اگر منتقل کر دیا جائے تب بھی وہ زید نہ بنے گا بلکہ گدھا ہی رہے گا اسی طرح صدقہ صدقہ ہی رہے گا قربانی کا قائم مقام اسے کیسے کہا جا سکتا ہے تو دنیا میں چونکہ بغیر صورت چارہ نہیں اس لئے قربانی کرنی ہی پڑے گی ہاں آخرت میں پہنچ کر آپ قربانی نہ کریں کیونکہ وہاں صورت ضروری نہیں لیکن اگر آپ نے دنیا میں اعمال کی صورت کو ترک کر دیا تو یقین رکھئے کہ آپ نے اس کی روح کو بھی فنا کر دیا اسی لئے نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ الایمان سر والاسلام علانیة ایمان پوشیدہ چیز ہے اور اسلام ظاہر اور چونکہ قربانی کا قائم مقام صدقہ یا کوئی عبادت نہیں ہو سکتی اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بقر عید کے روز سب سے زیادہ محبوب عمل قربانی ہی ہے تو اس روز سوائے اس عمل کے دوسرا عمل کیسے اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے (خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۲۵۳)

☆... فلسفہ قربانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ راندیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۴ھ) لکھتے ہیں

عید الاضحی کے دن جو قربانی کی جاتی ہے یہ دراصل یادرگار ہے اس سنت ابراہیمی کی جو خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک زبردست امتحان کے موقع پر اطاعت خداوندی کا عظیم الشان نمونہ پیش کیا تھااور صحیح معنی میں اسلام یعنی سچی اطاعت کا ایک پائیدار سبق دنیا کو سکھلایا تھا واقعہ قربانی کا بغور مطالعہ کرنے سے اسلام اور مسلمانی کا صحیح مفہوم سمجھ میں آتا ہے اس لئے مذہب اسلام نے اس مقصد اعظم کے پیش نظر ملت ابراہیمی کو ماننے والی امت مسلمہ کو ہر سال اس قربانی کی یادگار منانے کا حکم دیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی اطاعت کا صحیح جذبہ پیدا ہو اور مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں کیونکہ حضرت ابراہیم نے اللہ تعالی کی اطاعت میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اپنے بیٹے کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا اسلام کے معنی تسلیم وانقیاد کے ہیں یعنی رب العزت کے ہر ایک حکم میں پوری اطاعت کرنا امر کو مان لینا اور اپنا سب کچھ پیدا کرنے والے کے حوالہ کر دینا اور ہمہ تن اسی کا ہو جانا حتی کہ اپنی ساری تمنا اور آرزو اپنی لذت وخواہشات اپنا سب عیش وآرام ہر راحت وفرحت کو اس کی رضا پر قربان کر دینا اور ہر بلاء ومصیبت میں ہر تکلیف وکلفت میں ہر درد ودکھ میں اسی کی رضا پر راضی رہنا یہ ہے مسلمانی اور یہی ہے اسلام جس کے بارے میں قرآن میں یہ اعلان ہوا کہ پسندیدہ اور مقبول دین اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے چنانچہ یہی مسلمانی اور اسی سچے ایثار کی یاددہانی کے لئے قربانی رکھی گئی ہے ... قربانی یہی سبق دے رہی ہے کہ ایک مانوس حیوان کی قربانی کرکے اپنے نفس کی تمام حیوانی شہوات کو ذبح کر دینا سیکھو اور نافرمانی اور گناہوں کے شیطانی جذبات کو فنا کر دو اور

اپنے نفس کی شرارتوں کا خاتمہ کر کے تمام طاغوتی قوتوں کو صفحہ ہستی سے مٹادو یہ ہے قربانی کا مقصد اور یہی ہے قربانی کا سبق اور راز۔ اگر ہماری قربانیوں سے یہ انقلاب آگیا تو سمجھ لیجئے کہ ہماری قربانی رنگ لائی ہے۔

(حج اور قربانی ص ۱۹ طبع رنگون برما)

☆... قربانی کی ترغیب کا خوبصورت اور دلنشین عنوان

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۴ھ) فرماتے ہیں

ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ان قربانیوں کی کیا اصلیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

آنحضرت ﷺ کیسے کریم اور کیسے سخی تھے کہ ہمارے نفع کی کوئی بات حضور ﷺ نے بغیر بیان کئے نہیں چھوڑی قربانی، نماز، روزہ، حج، زکوۃ یہ سب احکام اس وقت ہم کو معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ہم کو ان کی کچھ قدر نہیں یعنی جیسی قدر کرنی چاہئیے اس درجہ قدر نہیں۔۔ حضور ﷺ قربانی کے متعلق احکام بیان فرمارہے ہیں صحابہ نے دریافت کیا کہ قربانیاں کیا ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اس میں سمجھدار لوگوں کے لئے فضیلت ہے بلکہ جس قدر فضیلتیں قربانی کی آئی ہیں ان میں سب سے زیادہ فضیلت یہی ہے چنانچہ ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس لفظ کے بڑھانے سے کیا غرض ہے ("سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ") تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے یہ صرف کیوں نہ فرمادیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے ان کے باپ ہونے کا کیوں ذکر کیا؟

(جواب) بات یہ ہے کہ شفیق باپ بیٹے کو طرح طرح سے سمجھایا کرتا ہے اور ہر وقت اسی دھن میں رہتا ہے کہ اس کو سمجھانا چاہئے کہ اس پر اثر پڑے حضور اکرم ﷺ چونکہ ہمارے روحانی باپ ہیں بلکہ باپ سے زیادہ مہربان ہیں اس لئے آپ ﷺ نے قربانی کی اس طریقہ سے ترغیب دی تاکہ زیادہ سے زیادہ اثر ہو کیونکہ انسان کی طبعی بات ہے کہ اس کو اپنے باپ دادا سے اور ان کے رسم ورواج سے نہایت تعلق ہوتا ہے اور اس رسم کا دل سے نکلنا بہت بھاری ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں کہ میاں قربانی تو کوئی باہر کی بات نہیں ہے یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے یہ تو خاندانی مذہب ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو۔ خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کو (اس بیان سے) قربانی کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے

حضور ﷺ نے قربانی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت فرمایا ہے حالانکہ حضرت ابراہیم نے تو بیٹے کے گلے پر چھری پھیری تھی اور قربانی میں جانور ذبح کئے جاتے ہیں پھر قربانی حضرت ابراہیم کی سنت کیسے ہوئی ان کی سنت تو جب ہو سکتی ہے جبکہ قربانی میں ہم کو وہی ثواب ملے جو حضرت ابراہیم کو بیٹے کے ذبح میں ملا تھا تو چونکہ دونوں کا ثواب ایک درجہ کا تھا اس لئے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت فرمادیا گویا یہ فرمایا کہ اے امت محمدیہ تم کو جانور کے ذبح کرنے میں وہی ثواب ملے گا جو ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کرنے میں ملا تھا

دیکھئے کس قدر فضیلت قربانی کی اس حدیث سے معلوم ہوئی۔ اللہ اکبر کتنا بڑا انعام ہے اور امت محمدیہ پر حضور ﷺ کی برکت سے کیسا کچھ

لطف و کرم ہے قربانی کی یہ فضیلت تو ایسی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب بھی نہ ہو تو اس ثواب کے کمانے کے واسطے وہ بھی نہ چوکے اور جس طرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے آخر دنیا کے بہت سے کام بلاضرورت صرف دل کو خوش کرنے کے واسطے کرتے ہو اللہ تعالی کی رضا کے لئے اگر تھوڑا سا خرچ کردو گے تو کیا حرج ہو گا؟ (تسہیل المواعظ ج ا ص ۴۱۶)

☆...قربانی کے فضائل۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ القِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلاَفِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا. (جامع ترمذی ج ا ص ۱۸۰)

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحی کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہو کر) آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے خدا کے بندو۔ دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو

عارف باللہ حضرت شیخ احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر لکھتے ہیں کہ:۔

"معنی اس کے یہ ہے کہ سب سے عمدہ عبادت یوم نحر میں قربانی کا ذبح کرنا ہے اور وہ قربانی قیامت کے دن جیسے دنیا میں تھی بعینہ موجود ہو گی۔

بدوں اس کے کہ کچھ اس میں کم ہو تا کہ اس کے ہر ہر عضو کے بدلے میں اجر حاصل ہو اور پل صراط پر اس کی سواری بنے اور ہر وقت ایک عبات کے ساتھ خاص ہوا کرتا ہے اور اس دن میں وہ عبادت مخصوص ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور اگر اس دن کوئی اور عبادت اس سے افضل ہوتی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کیوں قربان کرتے؟ (مجالس الابرار ص ۲۷۲ مجلس نمبر ۳۵)

شارح مشکوٰۃ حضرت نواب قطب الدین دہلوی (۱۲۸۹ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

زین العرب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بقر عید کے دن سب سے افضل عبادت قربانی کے جانور کا خون بہانا ہے اور قربانی کا جانور قیامت کے روز اسی طرح آئے گا جس طرح کہ دنیا میں قربانی سے پہلے بغیر کسی عیب کے تھا تا کہ وہ قربانی کرنے والے کے ہر ہر عضو کی طرف سے نعم البدل اور پل صراط پر اس کی سواری ہو۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے یہ جان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی کو قبول کرتا ہے اور اس کے بدلہ میں تمہیں بہت زیادہ ثواب سے نوازتا ہے تو قربانی کرنے کی وجہ سے تمہارے اندر کسی قسم کی کوئی تنگی یا کراہت پیدا نہیں ہونی چاہئے بلکہ اس عظیم بشارت کی وجہ سے تمہارے نفس کو مطمئن اور تمہارے دل کو خوش ہونا چاہئے (مظاہر حق ج ۱ ص ۹۵۴)

☆... ایک مرتبہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قربانی کی اصل کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا

"سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ" قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:

"بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ" (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳)
یہ تمہارے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ویادگار ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ ہمیں اس عمل سے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی اعمال میں لکھی جائے گی۔
صحابہ نے عرض کیا کہ اون کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا
قَالُوا: فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنْ الصُّوفِ حَسَنَةٌ"(مسند احمد ج ۳۲ص ۳۴-مشکوۃ ص ۱۲۹)
اون کے ہر بال کے بدلے بھی نیکی ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت ابراہیم کے بجائے "سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ" کیوں فرمایا؟ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ
اس کے متعلق دو اعتبار سے کلام ہے اول تصحیح کے اعتبار سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام امت کا باپ کیسئے فرمادیا؟ دوسرے غرض کے اعتبار سے کہ اس نسبت کی تصریح سے کیا فائدہ نکلا؟
سو تصحیح کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ ابیکم فرمانا ایک تو اس طرح اس لئے صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکثر عرب کے باپ ہیں اس لئے کہ اکثر عرب بنو اسماعیل ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیٹے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسلئے ابیکم فرمایا، لیکن چونکہ آیت میں خطاب تمام امت کو ہے اس لئے کہ احکام مخصوص اہل عرب کے ساتھ تو ہیں نہیں، اس لئے بہتر وجہ دوسری ہے کہ ابیکم سے سے مراد روحانی باپ لئے جائیں اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے روحانی باپ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت قرب ہے،

نسبا بھی اور شریعۃ بھی، نسبا اس لئے کہ شریعت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام شریعت ابراہیمی سے بہت ملتی جلتی ہے، اصولا بھی اور فروعا بھی ،(ترغیب الاضحیہ ص۵)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضحیہ (یعنی قربانی) کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت فرمایاہے حالانکہ جو عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا وہ اور ہے، اور تضحیہ (جانور کی قربانی) دوسرا عمل ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عمل ذبح ولد (لڑکے کو ذبح کرنا) ہے اور تضحیہ ذبح حیوان (یعنی جانور کو ذبح کرنا ہوتا) ہے تو پھر اضحیہ (قربانی) سنت ابراہیمی کیسے ہوئی؟ تو یہ جب ہی ہو سکتاہے کہ ہم کو اضحیہ (قربانی) میں اسی قدر ثواب ملے جس قدر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد (لڑکے کے ذبح کرنے) میں ملا تھا، دونوں عملوں کی غایت کی اتحاد کی وجہ سے دونوں عمل کو ایک فرمایا، گو عمل متغائر (الگ الگ) ہیں، گویا یہ فرمایا کہ اے! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جانور کے ذبح کرنے میں وہی اجر ملے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد (لڑکے کو ذبح کرنے) میں ملا تھا دیکھئے! کس قدر فضیلت اضحیہ (قربانی) اس حدیث سے معلوم ہوئی (وعظ: ترغیب الاضحیہ ص۱۱)

اور ایک نکتہ اس سے اور معلوم ہوا وہ یہ کہ جب کوئی بادشاہ انعام تقسیم کرتاہے تو جو لوگ زیادہ مقرب ہوتے ہیں اور مرتبہ ان کا زیادہ ہوتاہے ان کو ان کے مرتبہ کے موافق انعام ملا کرتاہے پھر ان سے جو کم درجے کے ہیں ان کو اسی درجہ کا انعام ملے گا، مثلا وزراء اور ارکان دولت کو بہت بڑا انعام ملے گا اور ادنی ادنی چپراسیوں اور خدام کو کم، پس حق تعالی

کے نزدیک انبیاء علیہ السلام کا مرتبہ سب مخلوق سے زیادہ ہے اور انبیاء علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑے جلیل القدر ہیں کہ خلیل اللہ ہیں تو جو انعام ان کو دیا گیا ہو گا ظاہر ہے کہ بہت بڑا انعام ہو گا کہ باوجود اتحاد فعل کے بھی دوسرے شخص کو انعام نہ دیا جانا چاہیئے، یعنی اگر یہی فعل ذبح ولد (لڑکے کے ذبح کرنے) کا دوسرا کرتا تو وہ اس قدر انعام پانے کا مستحق نہ سمجھا جاتا جس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور جہاں بھی کوئی فعل اس فعل سے ادون (کم درجہ کا) ہو وہاں تو اتنا ملنے کی گنجائش ہی نہیں، مگر باوجود اسکے کہ یہ عمل ہمارا لڑکے کو ذبح کرنے سے بدرجہا ادون (کم درجہ کا) ہے پھر بھی وہی انعام ہمارے لئے تجویز ہوا

اللہ اکبر! کتنا بڑا انعام ہے اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسا لطف وکرم ہے، یہ فضیلت تو اضحیہ کی ایسی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ واجب بھی نہ ہو تو اس ثواب کی تحصیل کے واسطے وہ بھی نہ چوکے، اور جس طرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے (ایضاص ۱۲)

☆... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید الاضحی کے دن قربانی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا

«يَا فَاطِمَةُ قُومِي إِلَى أُضْحِيَتِكِ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّ لَكِ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا أَنْ يُغْفَرَ لَكِ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوبِكِ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷)

اپنی قربانی کے جانور کے پاس رہو قربانی کے جانور کے ذبح ہونے پر خون کے زمین پر گرنے والے ہر قطرہ کے بدلے تمہارے پچھلے گناہوں کو

معاف فرما دیا جائے گا

محدث امام عبد الرزاق صنعانی (۲۱۱ھ) نے المصنف میں اسے اس طرح نقل کیا ہے

«اشْهَدِي نَسِيكَتَكِ؛ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكِ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهَا»

(المصنف لعبد الرزاق ج۴ ص۳۸۸)

حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر عرض کیا کہ کیا یہ شرف اور فضیلت ہمارے لئے ہے یا سب مسلمانوں کے لئے بھی ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَنَا خَاصَّةً أَهْلَ الْبَيْتِ، أَوْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ: " بَلْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ» "(مجمع الزوائد ج۴ ص ۱۷)

یہ فضیلت میرے لئے میرے گھر والوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے

☆... حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

" «أَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا وَاحْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ، وَإِنْ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ» (مجمع الزوائد ج۴ ص ۱۷)

اے لوگو قربانی کرو اور اس ذبح سے ثواب کی نیت رکھو اگرچہ خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے مگر در حقیقت وہ اللہ کی حفاظت میں چلا جاتا ہے

☆... حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً نَفْسُهُ مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَتِهِ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِنَ

النَّارِ» (ایضاالترغیب ج۲ص۱۰۰)

جس نے دل کی خوشی اور ثواب کی نیت سے قربانی کی تو وہ قربانی اس کے لئے قیامت میں آگ سے حجاب بن جائے گی

یعنی قربانی کو بوجھ سمجھ کر نہ کرنا چاہئے اور نہ گھر والوں کے زور جبر یا چھوٹے بچوں کی خوشی کے لئے ایسا کرے اور نہ ہی آس پاس کے گھرانے کو دکھانا مطلوب ہو، قربانی کا مقصد محض اللہ کا حکم اور اس کی رضا وخوشنودی ہونا چاہئے اور یہی قربانی کی روح ہے

جو لوگ جانور کی خریداری میں کثیر رقم صرف کرتے ہیں محض اس لئے کہ پورے محلے میں اس کی شہرت ہو اور دور دور سے لوگ جانوروں دیکھنے کے لئے آئیں اور قربانی کرنے والے کا نام بڑی سرخیوں کے ساتھ اخبارات میں شائع ہو اس سے قربانی کی روح نکل جاتی ہے مال بھی گیا، قربانی کی روح بھی گئی اور ریاء کا گناہ الگ ہوا اسلئے ضروری ہے کہ قربانی میں اپنی نیت کو خالص کرے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس عبادت کو سرانجام دے

☆... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو (یعنی کھلا پلا کر) کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی (کنزالعمال ج۵ص ۸۸ بسند ضعیف)

شارح مشکوۃ نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۹ھ) لکھتے ہیں کہ

علماء لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی کرنا جو بہت فربہ ہو مستحب ہے چنانچہ ایک فربہ بکری کی قربانی دو دبلی بکریوں کی قربانی سے افضل ہے، ایسے ہی زیادہ گوشت والی بکری کی قربانی کم گوشت والی بکری کی قربانی سے افضل ہے۔ الخ (مظاہر حق ج۱ص۹۲۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

آخرت میں غایت یہ ہے کہ (**اسْتَشْرِقُوا ضَحَایَاکُمْ فَإِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ**)؛(تفسیر القرطبی ج۱۵ص۱۱۱)

کہ بیشک وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی پس یہ شرف قربانی غایت کی وجہ سے ہوا (وعظ۔الضحایا ص۳۳)

حضرت مولانا عبد الکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۸ھ) لکھتے ہیں

علماء نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کئے ہیں ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جائیں گے اور اگر کئی جانور قربان کئے ہوں یا تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جائے گی اور یا ایک ایک منزل میں ایک ایک قربانی پر سواری کریں گے

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا جیسے گویا خود ان پر سوار ہو کر پار ہو گئے (احکام حج ص ۸)

محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں کہ قربانی کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے حضور زندگی کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرتا ہے نیز قربانی پل صراط پر سواری کا کام دے گی اس سے انسان کی خطائیں معاف ہوتی ہیں اور گناہوں سے بخشش ملتی ہے اور یہ سب فوائد احادیث میں بیان کئے گئے ہیں

بل شكرًا لنعمة الحياة وإحياءً لميراث الخليل عليه الصلاة والسلام، ومطية على الصراط، ومغفرة للذنوب، وتكفيرًا للخطايا على مانطقت به الأحاديث(بذل المجھود ج۹ص۵۲۹)

☆...ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دل کی خوشی کے ساتھ قربانی کیا کرو اس لئے قربانی کی ہر چیز (اس کا خون اس کے بال وغیرہ) قیامت کے دن میزان پر لائی جائے گی اور آپ فرماتے تھے کہ تم خرچ کرو تھوڑا بہت زیادہ اجر حاصل کروگے

«أَنْفِقُوا قَلِيلًا تُؤْجَرُوا كَثِيرًا إِنَّ الدَّمَ وَإِنْ وَقَعَ فِي التُّرَابِ فَهُوَ فِي حِرْزِ اللَّهِ حَتَّى يُوَفِّيَهُ صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرتے ہی اللہ کی حفاظت میں پہنچ جاتا ہے اور اللہ قیامت کے دن اس کا پورا صلہ عطا فرمائے گا (المصنف لعبد الرزاق ج۴ ص۳۸۸)

ہمیں افسوس ہے کہ غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارک پوری صاحب کے ہاں "قربانی کی فضیلت" کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ان کے نزدیک حدیث میں بیان ہونے والے فضائل کی بہ نسبت مالکی مذہب کے محدث ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے زیادہ درست ہے کہ قربانی کی فضیلت صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے جناب مبارکپوری صاحب مرحوم لکھتے ہیں

قال بن الْعَرَبِيّ فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيّ لَيْسَ فِي فَضْلِ الْأُضْحِيَّةِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ انْتَهَى قُلْتُ الْأَمْرُ كَمَا قال ابن الْعَرَبِيّ (تحفۃ الاحوذی ج۲ ص۳۵۳)

ابن عربی نے ترمذی کی شرح میں لکھا ہے کہ قربانی کی فضیلت پر کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ بات وہی درست ہے جو ابن عربی نے فرمائی ہے

کاش کہ موصوف جامع ترمذی (ج۱ ص۱۸۰) دیکھ لیتے جس میں قربانی کی فضیلت پر (باب ماجاء فی فضل الضحية) اور سنن ابن ماجہ (ص۲۳۳) پر (باب ثواب

الاضحیۃ)موجود ہے

سعودی عرب کے ممتاز عالم فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ قربانی اور اس کی فضیلت کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ قربانی کے جانور خریدنے میں مال خرچ کرنا صدقہ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، قربانی سنت موکدہ ہے اسلئے اپنی قربانی کے ساتھ ساتھ اپنے والدین اور اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرکے اجر وثواب حاصل کرو اور قربانی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو کہ آپ نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانب سے بھی قربانی فرمائی تھی

فإن هذه الأضاحي سنة أبيكم إبراهيم ونبيكم محمد عليهما الصلاة والسلام، وإن لكم بكل شعرة منها حسنة وبكل صوفة حسنة، وفي الحديث أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «ما عمل ابن آدم يوم النحر عملا أحب إلى الله من إراقة دم، وإنه لتأتي يوم القيامة بأظلافها وقرونها وأشعارها، وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع على الأرض فطيبوا بها نفسا» .

أيها المسلمون: إن بذل الدراهم في الأضاحي أفضل من الصدقة بها، وإن الأضحية سنة مؤكدة جدا لمن يقدر عليها، فضحوا عن أنفسكم وأهليكم من الزوجات والأولاد والوالدين ليحصل الأجر للجميع وتقتدوا بنبيكم صلى الله عليه وسلم حيث ضحى عنه وعن أهل بيته(الضیاء الامع من الخطب الجوامع ج۱ص۱۹۸)

آپ ایک اور خطبہ میں فرماتے ہیں

وإنها لسنة مؤكدة يكره لمن قدر عليها أن يتركها وإن ذبحها

لأفضل من الصدقة بثمنها لما فيها من إحياء السنة والأجر العظيم ومحبة الله لها. فضحوا أيها المسلمون عن أنفسكم وعن أهليكم متقربين بذلك إلى ربكم متبعين لسنة نبيكم محمد صلى الله عليه وسلم حيث ضحى عنه وعن أهل بيته،(ایضاص۲۰۰)

☆... قربانی کا حکم عام ہے:-

آنحضرت ﷺ نے جب اپنی امت کو قربانی کرنے کی ہدایت اور ترغیب دی اور اس کے فضائل بتائے تو یہ کسی خاص جگہ اور خاص علاقے کے لئے نہیں بلکہ جہاں جہاں بھی آپ کی امت ہے اور جہاں جہاں کے لوگ آپ کی امت ہونے کے مدعی ہیں حضور ﷺ کی ہدایت اور تاکید ان سب کے لئے ہے سو جو لوگ قربانی کو کسی خاص جگہ یا خاص علاقہ کے لئے سمجھتے ہیں ان کی بات ہر گز درست نہیں ہے مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے امت پر نماز عید کو مقدم فرمایا اور قربانی کو اس کے بعد کرنے کا حکم جاری فرمایا خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا مدینہ منورہ میں یا دنیا کے کسی اور مقام میں۔ قرآن شریف اور روایت حدیث اور صحابہ کرام کے تعامل سے واضح طور پر ثابت ہے کہ قربانی کا عبادت ہونا تو عہد آدم علیہ السلام سے ثابت ہے مگر عید الاضحیٰ میں اس کا ضروری اور واجب ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر جاری ہوا اور قرآن و سنت کے نصوص میں اس کو اسلامی واجبات میں سے ایک اہم واجب قرار دیا جو ہر ملک ہر خطہ اور ہر زمانہ میں ضروری ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مدینہ طیبہ میں بھی قربانی کا فریضہ ادا کیا اس زمانہ کے بعض لوگوں نے جو قربانی کو مکہ معظمہ کے ساتھ خاص کیا وہ نہ صرف قرآن و حدیث سے

بلکہ تمام شرائع انبیاء اور ان کی تاریخ سے بالکل ناواقفیت پر مبنی ہے۔
(تاریخ قربانی ص ۱۲۲)

اس سے پتہ چلا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لئے مخصوص نہیں کہ جو مکہ مکرمہ میں ہو صرف اس پر قربانی ضروری ہے بلکہ یہ حکم عام ہے ہر شخص پر ہر شہر میں شرائط کے بعد واجب ہے

آنحضرت ﷺ نہ صرف اس کی تاکید فرماتے تھے بلکہ آپ نے عملاً بھی اس عرصہ میں قربانی کا پورا اہتمام فرمایا تھا (دیکھئے جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲)

☆...قربانی نہ کرنے والا حضور ﷺ کی نظر میں

قرآن کریم کی تعلیم اور آپ ﷺ کے معمول سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب استطاعت شخص کو ضرور قربانی کرنی چاہیئے جو شخص پورا سال مختلف کاموں پر اپنا مال لگانے میں کبھی پیچھے نہیں رہتا وہ عید الاضحی کے دن قربانی کرنے سے کتراتا اور حیلے بہانے کرتا ہے وہ کس طرح اپنے آپ کو حضور ﷺ کا امتی کہہ سکتا ہے، حضور ﷺ نے ایسے لوگوں سے کہا کہ وہ مسلمانوں سے دور رہیں ان کا ہمارے ساتھ کیا تعلق !۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

«مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۲)

جس کے پاس گنجائش ہو اور اس کے باوجود وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے

شارح صحیح بخاری محدث جلیل علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ قربانی کرنا اگر ضروری نہ ہوتا تو حضور ﷺ اس کے متعلق اس قدر سخت وعید بیان نہ فرماتے، حضور اکرم ﷺ کی جانب سے اس پر سخت وعید کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے

(من كَانَ لَهُ سَعَة وَلم يضح فَلَا يقربن مصلانا) وَأخرجه الْحَاكِم وَقَالَ: صَحِيح الْإِسْنَاد، وَمثل هَذَا الْوَعيد لَا يلْحق بترك غير الْوَاجِب (عمدۃ القاری ج۲۱ ص ۱۴۴۔ بذل المجہود ج۹ ص ۵۳۰)

ایک طرف پوری دنیا کے مسلمان ایک اہم اسلامی شعار پر عمل پیرا ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ادائیگی میں قربانی کی عبادت میں مصروف ہوں ان ہی میں ایک شخص وہ بھی ہو جسے خدا نے سب کچھ دیا ہو اور وہ آسانی سے اس سنت میں حصہ لے سکتا ہو اس کے باوجود وہ بے پروائی برت رہا ہے تو اس کا کیا منہ ہے کہ وہ سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر عید منائے (الترغیب ج۲ ص ۳۹۴)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۴ھ) فرماتے ہیں

> حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جس نے باوجود وسعت کے قربانی نہ کی ہو وہ ہمارے مصلی (عید گاہ) کے قریب نہ آئے یوں نہیں فرمایا عید گاہ میں نہ آوے بلکہ یوں فرمایا کہ اس کے قریب تک بھی نہ آئے قربانی نہ کرنے والوں سے کس قدر نفرت معلوم ہوتی ہے کہ ایسے شخص کو حکم دیا کہ مصلی مسلمین کے پاس تک نہ پھٹکے صاحبو! اگر غیرت ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو تو یہ بڑی سخت بات ہے مگر افسوس کہ اس قدر تو قربانی کی تاکید ہے مگر بعض مسلمان پھر بھی نہیں کرتے (وعظ۔ سنت ابراہیم ص ۳۶)
>
> اس حدیث شریف میں قربانی نہ کرنے والوں کے لئے کس قدر تہدید اور وعید شدید ہے (اغلاط العوام ص ۱۳۳)

☆... قربانی کے لئے جانور اچھے اور بے عیب ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے جانوروں کے بارے میں خاص توجہ اور ہدایات فرماتے تھے

آپ کی خواہش ہوتی کہ اللہ کے حضور قربانی کے لئے پیش کئے جانے والے جانور ہر اعتبار سے اچھے ہوں ان میں کسی قسم کا کوئی نقص اور عیب نہ پایا جائے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے قربانی کے لئے ایک ایسا مینڈھا لانے کا حکم فرمایا جس کی آنکھیں اور ہاتھ پیر سیاہ ہو اور وہ سینگوں والا بھی ہو (صحیح مسلم ج۲ص۱۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایسا ایک جانور جس کے جسم کا اکثر حصہ سفید ہو اس کی قربانی اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے ایسے دو جانوروں سے جن کا رنگ کالا ہو (سنن کبری ج۹ص۲۷۳۔ مرقات ج۳ص۲۶۷ مترجم)

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو مہنگی بھی ہو اور زیادہ فربہ بھی ہو

إِنَّ أَحَبَّ الضَّحَايَا إِلَى اللهِ أَغْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا "(سنن کبری ج۹ص۴۵۷)

چنانچہ صحابہ کرام مدینہ منورہ میں قربانی کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہوئے قربانی کے جانوروں کو فربہ کیا کرتے تھے

«كُنَّا نُسَمِّنُ الأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ المُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ»(صحیح بخاری ج۲ص۸۳۳)

شارح مشکوۃ نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۹ھ) لکھتے ہیں

علماء لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی کرنا جو بہت فربہ ہو مستحب ہے

(مظاہر حق ج۱ص۹۲۴)

سو قربانی کے لئے عمدہ قسم کا جانور لینا اور اسے موٹا تازہ کرنا مستحب ہے کیونکہ قربانی کرنے والے کا یہ طرز عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پوری طرح کوشاں ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت میں اس جانور کی قربانی سے

احتراز لازم ہے جس میں کسی قسم کا کوئی عیب اور نقص پایا جاتا ہو، جب ہم اپنے عزیزواقارب دوست احباب حاکم اور قاضی کو کوئی عیب دار چیز دینا پسند نہیں کرتے تو خود ہی سوچیے کہ کان کٹا، دم کٹا، لولا، لنگڑا جانور اللہ کے حضور پیش کرسکتے ہیں؟

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چار قسم کے جانوروں کی قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے (۱) وہ جانور جس کا کانا ہونا ظاہر ہو (۲) وہ جانور جس کی بیماری واضح ہو (۳) وہ جانور جس کا لنگڑاپن کھلا ہو (۴) اور وہ بوڑھا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ ہو (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۱)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قربانی کا جانور خریدتے وقت اس کا کان اور اس کی آنکھ اچھی طرح چیک کرلیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان اگلی یا پچھلی طرف سے کٹا ہوا ہو یا اس کے کان لمبائی میں چیرے ہوئے ہوں یا گولائی میں پھٹے ہوئے ہوں (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱)

اسی لئے فقہاء نے عام دنوں میں ذبح کئے جانے والے جانور اور قربانی کے جانور میں فرق واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس قسم کے جانوروں کی قربانی درست ہے اور کس کی نہیں؟ محض گوشت کے لئے کسی عیب دار جانور کو ذبح کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر وہی جانور قربانی کے لئے ہو تو اس کا گوشت تو بیشک حلال ہو گا مگر اس کی قربانی ادا نہیں ہو گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لئے ایسے جانور کے انتخاب کا حکم دیا ہے جو بے عیب ہو اور ایسا لاغر بھی نہ ہو کہ اسے کھینچ تان کر لایا جاتا ہو یہی وجہ ہے کہ قربانی لئے خریدے جانے والے جانوروں کو اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کہ کہیں ان میں کوئی ایسا عیب اور مرض تو نہیں جس کی وجہ سے اس کی قربانی جائز نہ ہو، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۴ھ) فرماتے ہیں

سمجھنا چاہئے کہ جب یہ جانور کا ذبح کرنا ولد کے قائم مقام ہے تو قربانی کا

جانور ایسا ہونا چاہئے جو اپنی نوع میں احب(زیادہ پسندیدہ) اور مرغوب ہو تا کہ اس کو احب الاشیاء کا عوض کسی درجہ میں تو کہا جا سکے، نہ یہ کہ تمام جانوروں سے دلدر تجویز کیا جائے ... بھلا غور کرو ایک حاکم ضلع درخواست کرے کہ ہمارے لئے ایک گائے لاؤ تو کیا تم ایسا ہی جانور اس کے سامنے پیش کروگے جیسا قربانی میں تجویز کیا جاتا ہے، ہرگز نہیں، پھر شرم نہیں آتی کہ سب سے بڑے حاکم احکم الحاکمین کے لئے ایسا دلدر(ناقص درجے کا) جانور ذبح کیوں کیا جاتا ہے(کچھ لوگ) یوں تاویل کرتے ہیں کہ حکام دنیا معمولی جانور سے راضی نہیں ہوتے اور اللہ راضی ہو جاتے ہیں اس لئے ویسا یہاں اہتمام نہیں ہوتا جیسا حکام دنیا کے لئے کیا جاتا ہے مگر یہ تاویل عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اللہ کے راضی ہونے کا یہی بدلہ ہے جو تم نے دیا۔ افسوس

اے گراں جان خوار دیدستی مرا زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا

اللہ تعالی سستے مل گئے ہیں اس واسطے ان کی قدر نہیں کی جاتی (وعظ السوال فی شوال ص۱۸)

حضرت حکیم الامت ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں

جب قربانی کا جانور آپ کی جان کا عوض ہے تو اس کو کچھ تو ایسا ہونا چاہئے کہ محبوب اور پیارا ہو اب جو لوگ سڑیل سے سڑیل اور گھٹیا جانور خریدنے کی فکر کرتے ہیں یہ زیبا نہیں، لیکن اگر عمدہ مال ہو اور سستا مل جائے تو اس کا مضائقہ نہیں... ہر شخص کے اعتبار سے گھٹیا کا درجہ کیا ہے چنانچہ (اللہ تعالی قرآن کریم میں) فرماتے ہیں(وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ)یعنی بس یہ دیکھ لو کہ اگر ایسی چیز کوئی تم کو دے تو تم بھی خوشی سے اس لو لے

سکتے ہو، لحاظ والا لینا معتبر نہیں اس لئے آگے (إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ) بھی
بڑھا دیا پس جو چیز تم دوسرے سے خوشی کے ساتھ لے سکتے ہو اس کو اللہ
کے نام پر بھی دے سکتے ہو (وعظ۔ تکمیل الانعام ص ۳۴)

افسوس کہ بعض لوگ قربانی میں انتہائی بخل سے کام لیتے ہیں اور مالی طاقت کے ہوتے ہوئے بھی ایسے جانور کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں جو نہایت ہی معمولی قیمت کا ہو تا کہ ان کا کچھ مال بچ جائے ایسا نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالی نے جتنی حیثیت دی کم از کم اس کے مطابق قربانی کا جانور خریدیں اور اسے اللہ کے حضور پوری خوش دلی کے ساتھ پیش کریں

☆...قربانی کے بدلے صدقہ خیرات کر دینا؟

قرآن وحدیث سے یہ بات واضح ہے کہ "ایام نحر" میں اللہ کو جانور کی قربانی مطلوب و محمود ہے اس دن جان کا مطالبہ ہے مال کا نہیں، جہاں جان کی ضرورت ہے وہاں جان دینا عبادت وبندگی ہے اور جہاں جس طرح مال مطلوب ہے وہاں اسی طرح مال کا خرچ محمود ہو گا ۔ کیا یہ بات اچھی ہو گی کہ اللہ تعالی تو ہم سے جان کا مطالبہ کریں اور ہم کہیں کہ نہیں، ہم مال پیش کرتے ہیں؟۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«مَا أُنْفِقَتُ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ»
(المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۱ ص۱۷)

عید کے دن قربانی کا جانور لینے کے لئے مال خرچ کرنا اللہ کے ہاں اور
چیزوں میں مال خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی (۱۴۰۳ھ) حضرت ابراہیم کے واقعہ قربانی پر فرماتے ہیں

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ذبح کا اصل مقصد جان پیش کرنا ہے اس سے انسان میں جانسپاری اور جاںنثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے تو یہ روح صدقہ دینے سے کیسے حاصل ہوگی کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے اور صدقہ کی روح مال ہے پھر اس عبادت پھر اس عبادت کا صدقہ سے مختلف ہونا اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا کوئی دن مقرر نہیں مگر اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے اور اس کا نام بھی یوم النحر اور عید الاضحی یعنی قربانی کا دن رکھا گیا۔ائمہ کرام قربانی کی مشروعیت میں متفق ہیں اگر یہ کوئی غیر شرعی عمل ہوتا تو احادیث میں اس کی صفات وغیرہ کیوں بیان کی جاتیں چنانچہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ہم قربانی کی آنکھ کان کو خوب دیکھ بھال لیا کریں ہم ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان آگے سے کٹا ہوا ہو اور نہ جس کا کان پیچھے سے کٹا ہوا ہو اور نہ جس کا کان چرا ہوا ہو اور نہ جس کے کانوں میں سوراخ ہو (الحدیث) اس کے علاوہ بھی بعض اوصاف مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے احکام صدقہ سے بالکل جدا ہیں اس لئے اس میں صدقہ کے احکام سے پرہیز کرنا ضروری ہے (خطبات حکیم الاسلام ج۲ص۲۵۴)

فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ عید کے دن کم قیمت والا جانور قربان کرنا بہت سا مال صدقہ کرنے سے کئی گنا زیادہ بہتر ہے

شِرَاءُ الْأُضْحِيَّةِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ خَيْرٌ مِنْ التَّصَدُّقِ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ لِأَنَّ
شِرَاءُ الْأُضْحِيَّةِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ خَيْرٌ مِنْ التَّصَدُّقِ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ

لِأَنَّ الْقُرْبَةَ الَّتِي تَحْصُلُ بِإِرَاقَةِ الدَّمِ لَا تَحْصُلُ بِالصَّدَقَةِ(الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری ج۲ص ۱۸۶۔فتاوی عالمگیری جلد ۴ص ۱۵۰)

جس طرح صدقہ خیرات کرنے سے نماز کی فرضیت ختم نہیں ہوجاتی، حج کرنے سے زکوۃ کی فرضیت ساقط نہیں ہوجاتی اسی طرح عید کے تین دنوں میں کثیر رقم صدقہ خیرات کرنے سے قربانی کا وجوب ختم نہیں ہوجاتا، اللہ تعالی نے جو عمل جس وقت اور جس طرح کرنے کا حکم دیا اسے اسی وقت اور اسی طرح عمل میں لانا عبادت ہے جب اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ نے عید کے دنوں میں جانور قربان کرنے کا حکم دیا ہے تو اب اس سے روگردانی کرنا اور مختلف حیلوں کے ذریعہ اس سے جان چھڑانا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے ، حضرت الاستاذ ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم العالی سورہ صافات کی آیت نمبر ۱۸۷ کے تحت فرماتے ہیں

> اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کی قربانی اصل میں جان کی قربانی کا بدل ہے اور چونکہ بدل کا بدل نہیں ہوتا اس لئے جانوروں کی قربانی کے بدل میں ایام نحر میں صدقہ نہیں دیا جاسکتا، بدل کا بدل کیسے قبول کرلیا جائے یہ وکیل کا وکیل کہاں سے آگیا؟

ہاں اگر کوئی شخص جہالت یا غفلت کی وجہ سے قربانی نہ کرسکا یا اس نے قربانی کے بجائے اس دن صدقہ کرلیا اور عید کے تین دن گزر جانے کے بعد کسی کے بتلانے پر اسے احساس ہوا تو اسے چاہئے کہ اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرے اور قربانی کی قیمت کے برابر رقم فقراء اور مساکین پر صدقہ کردے (ہدایہ ج۴ص ۴۴۴)

☆...اسی طرح غفلت کوتاہی اور جہالت کی وجہ سے گزشتہ سالوں کی قربانیاں رہ گئی ہوں توان کی قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ ہر سال کی قربانی کے بدلے اس کی قیمت فقراء ومساکین میں صدقہ کردے, اور اللہ تعالی سے اس گناہ کی مغفرت بھی مانگے (فتاوی حقانیہ ج٦ص

۴۸۳) اور آئندہ اس کا دھیان رکھے
یاد رکھئے کہ کسی پر قربانی واجب تھی اور اس نے قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور ذبح نہ کیا تو اسے ایک بکرے کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔(دیکھئے فتاوی دینیہ ج۴ص۴۰۳)

☆...مرحومین کی طرف سے قربانی کرنا

اللہ تعالی نے مالی طور پر وسعت عطا فرمائی ہو تو اچھی بات یہ ہے کہ فوت شدہ مرحومین مثلا: والدین اساتذہ اور دیگر اقرباء وغیرہ کی طرف سے بھی قربانی کرے ان کو ثواب پہنچ جائے گا حضور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، آپ کی ازواج مطہرات، اھل بیت کرام اور آپ کے صحابہ، اوراپنے پیر و مرشد وغیرہ کی طرف سے وسعت ہو تو قربانی کرنا چاہئے ورنہ کم از کم اپنی طرف سے تو ضرور کرے کیونکہ قربانی مالدار پر تو واجب ہے جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے پھر بھی اس نے قربانی نہ کی تو اس سے بڑھ کر بد نصیب و محروم اور کون ہو گا اور گناہ اس کا الگ رہا۔(بہشتی زیور ج۳ص۳۷)
اگر کسی کو وسعت کافی ہو تو اس کو قربانی کرنی چاہئے گو واجب نہیں، مگر آخر حقوق بھی کوئی چیز ہیں اس بناء پر مناسب ہے کہ اپنے بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کرے(وعظ ۔سنت ابراہیم ص۶۳)
مرحوم والدین کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کرنا بہتر ہے اور اگر قدرت ہو تو ہر سال ان کی جانب سے قربانی کرتے رہنا چاہئے(فتاوی دینیہ ج۴ص۳۹۸)
☆...مرحوم یا مرحومہ نے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس جانور کا گوشت خود کھانا جائز نہیں وہ سارا کا سارا ان لوگوں کو دیا جائے گا جو مستحق زکوۃ ہیں،ہاں اگر کسی نے اپنی خوشی اور اپنی رقم سے میت کے لئے قربانی کی تو اس کا گوشت مالدار اور فقیر دونوں کے لئے جائز ہے خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی دے سکتا ہے تمام گوشت کا صدقہ کرنا ضروری

نہیں ہے۔علامہ محمد امین بن عمر (ابن عابدین) الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں

لَوْ ضَحَّى عَنْ مَيِّتٍ وَارِثُهُ بِأَمْرِهِ أَلْزَمَهُ بِالتَّصَدُّقِ بِهَا وَعَدَمِ الْأَكْلِ مِنْهَا، وَإِنْ تَبَرَّعَ بِهَا عَنْهُ لَهُ الْأَكْلُ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى مِلْكِ الذَّابِحِ وَالثَّوَابُ لِلْمَيِّتِ، (ردالمحتار ج۶ ص۳۳۵)

☆...قربانی کے دنوں میں میت کے ایصال ثواب کے لئے پیسہ وغیرہ صدقہ کرنے سے قربانی کرنا افضل ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا افضل ہے کیونکہ صدقہ خیرات میں فقط مال کا ادا کرنا ہے اور قربانی میں مال کا ادا کرنا اور فدا کرنا بھی۔یعنی دو مقصد پائے جاتے ہیں (فتاوی رحیمیہ ج۲ ص۸۷)

☆...اگر کوئی شخص اپنی طرف سے ایک سے زائد رشتہ داروں کے لئے نفل قربانی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں (دیکھئے فتاوی دینیہ.ج۴ ص ۳۹۸)

☆...حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا:۔

حضرت خنش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی آپ ایک کے بجائے دو قربانی کس لئے کرتے ہیں؟) آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ (آپ کے وصال کے بعد) ان کی طرف سے قربانی کیا کروں تو ایک قربانی میں آپ کی طرف سے کرتا ہوں

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ» (سنن ابوداؤد ج۳ ص۹۴۔ مشکوہ ص۱۲۸)

شارح مشکوۃ علامہ نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۹ھ) لکھتے ہیں کہ

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر سال قربانی کیا کرتے تھے

(مظاہر حق ج ا ص ۹۵۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سب سے زیادہ اس کے (یعنی قربانی کے) مستحق تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کے احسانات بے شمار ہیں پھر غضب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (قربانی میں) بھول جائیں اور آپ کی طرف سے قربانی نہ کریں خصوصا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی موقع پر فراموش نہیں فرمایا حتی کہ قربانی میں بھی یاد فرمایا تو اگر سال بھر میں چند رقم آپ کی طرف سے قربانی میں صرف ہو گئے تو کون سی دشوار بات ہے (وعظ۔ تعظیم الشعائر ص ۱۸)

آپ ایک اور وعظ میں فرماتے ہیں۔

ایک قربانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرے آپ کو امت کے ساتھ کیسی محبت تھی کہ آپ اپنی طرف سے تو قربانی کرتے ہی تھے ایک قربانی زیادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جو میری امت میں قربانی کی وسعت نہیں رکھتے (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۲۸) ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

فَقَالَ، عَنْدَ الذَّبْحِ الْأَوَّلُ: «عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ» وَقَالَ، عَنْدَ الذَّبْحِ الثَّانِي: «عَمَّنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَ مِنْ أُمَّتِي (مسند ابی یعلی ج ۲ ص ۱۴۷۔ جمع الفوائد ج ۲ ص ۶۸)

دیکھئے کیسی محبت تھی حضور اکرم ﷺ کو ہمارے ساتھ، حالانکہ ہم اس وقت موجود بھی نہ تھے مگر آپ کو ساری امت سے غائبانہ محبت تھی (وعظ۔ سنت ابراہیم ص ۶۳)
سو ہمیں چاہیئے کہ ہم قربانی کے موقع پر آنحضرت ﷺ کو یاد رکھیں اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی جانب سے قربانی کا اہتمام کریں۔

☆☆☆... قربانی کے ضروری مسائل:۔

قربانی کے متعلق پچھلے صفحات میں گو کہ بعض ضروری احکام و مسائل کا ذکر آچکا ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دیگر اہم مسائل بھی درج کردئے جائیں جن کی عام طور پر ضرورت ہوتی ہے۔

قربانی کرنے والا بال اور ناخن نہ کاٹے

☆... قربانی کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ ذی الحجہ کا چاند نکلنے کے بعد (قربانی کرنے تک) اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اس کا ارادہ قربانی کا ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۷) کہ قربانی کرنے والا اپنی جان کے فدیہ میں قربانی کررہاہے اور قربانی کے جانور کا ہر جزو قربانی کرنے والے کے جسم کے ہر جزو کا بدلہ ہے جسم کا کوئی جزو نزول رحمت کے وقت غائب ہو کر قربانی کی رحمت سے محروم نہ رہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے مذکور حکم دیاہے (فتاوی رحیمیہ ج ۱۰ ص ۳۱)
بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ قربانی سے اس لئے پرہیز کرتے ہیں کہ انہیں دس بارہ دن ڈاڑھی رکھنی پڑے گی انہیں کسی جاہل نے بتادیا کہ اگر ان دس بارہ دنوں میں ڈاڑھی کٹوائی یا منڈوائی تو قربانی جائز نہیں ہوگی یہ بات صحیح نہیں ہے۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کی سنت پر ضرور عمل کرتے ہوئے داڑھی رکھنا چاہیئے اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہیئے۔ البتہ قربانی کرنے والے نے کسی

وجہ سے بال کٹوالئے یاناخن ترشوالئے تواس سے قربانی متاثر نہیں ہوگی،اداہوجائے گی

قربانی پہلے دن کرناافضل ہے

☆... قرآن وسنت کی روشنی میں ایام النحر (قربانی کے دن) تین ہیں یعنی ۱۰۔۱۱۔۱۲ذوالحجہ متعین دن ہیں تاہم پہلے روز یعنی دس الحجہ کو قربانی کرناافضل ہے(ہم آگے چل کر تفصیل سے اس پر گفتگو کریں گے)

رَوَى عَن عمر وَعلي وَابْن عَبَّاس أَنهم قَالُوا أَيَّام النَّحْر ثَلَاثَة أفضلهَا أَولهَا(الدرایہ ج۲ص۲۱۵)

أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها، وقد قالوه سماعا لأن الرأي لا يهتدي إلى المقادير (روح المعانی ج۱۷ص۱۴۵)

☆... بھیڑ بکری ایک سال کی ہو یاایسی بھیڑ اور دنبہ جو ہو توچھ ماہ کا مگر دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتاہو تواس کی قربانی جائزہے گائے بھینس دوسال کی ہو اور اونٹ پانچ سال کاہونا چاہیے

مرغ کی قربانی جائز نہیں

☆... بھینس گائے کے حکم میں ہے گھوڑے اور مرغ کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت ﷺ سے قولایافعلاگھوڑے کی قربانی کاثبوت نہیں ہے ہرن اور نیل گائے کی قربانی بھی درست نہیں(کفایت المفتی ج۸ص۱۸۹)

ایام نحر میں غربت کے باعث محض اس لئے مرغ اور مرغی کی قربانی کرنا کہ اس سے قربانی کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہوجائے مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کی رسم ہے (مجالس الابرار ص۸۷ ۲مترجم)

پہلے اپنی پھر والدین کی قربانی کی جائے

☆... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قربانی پہلے والدین کی طرف سے ہونی چاہیئےاس کے بعد

اپنی طرف سے کرے یہ بات غلط ہے صاحب نصاب آدمی کے لئے پہلے اپنی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے اس کے بعد گنجائش ہو تو دوسروں کی طرف سے بھی کرلے اپنی طرف سے قربانی نہ کرنا اور والدین کی طرف سے کرنا درست نہیں ہے

قربانی کے جانور سے کمائی رقم خیرات کی جائے

☆... قربانی کی نیت سے خریدا ہوا جانور فروخت نہ کرنا چاہئے اگر کسی نے ایسا کرلیا تو جو رقم بطور نفع کے حاصل ہوئی ہے اسے خیرات کردینا چاہئے (کفایت المفتی ج۸ ص۱۹۷)

☆... قربانی کے جانور سے قبل از ذبح فائدہ اٹھانا جائز نہیں جیسے بکری گائے بھینس اور اونٹنی کا دودھ نکال کر فروخت کرنا یا اسے اپنے استعمال میں لانا یا اسے سواری کے کام میں لانا نا اسی طرح ذبح ہونے کے بعد اس کا گوشت چمڑہ اور بالوں کو فروخت کرنا جائز نہیں اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کی قیمت کا صحیح اندازہ لگا کر فقراء میں تقسیم کرنا ضروری ہے

یتصدق باللبن وماصاب من اللبن تصدق بمثله و قیمته وکذا الصوف (فتاوی بزازیہ ج۶ ص۲۹۴)

☆... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کا عقیقہ نہ ہوا ہو اسے پہلے عقیقہ کرنا چاہئے قربانی بعد میں کرے یہ بات درست نہیں عقیقہ مستحب ہے جبکہ قربانی واجب ہے عقیقہ کا ترک ایک مستحب کا ترک ہے جبکہ قربانی کا ترک واجب کا ترک ہے اور یہ گناہ ہے

☆... مستحب ہے کہ قربانی کے جانور عید سے کچھ دن پہلے خرید لیا جائے اور اسے خوب کھلایا پلایا جائے اور اسے اپنے ساتھ مانوس کرلیا جائے یہ عمل باعث اجر ہے تاکہ اس مانوس جانور کے ذبح کے وقت قربانی کرنے والے کا امتحان ہوسکے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ

انفاق محبوب کی صورت ایسی ہوتی ہے جیسے (شیخ الہند) حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار قربانی کی تھی آپ نے قربانی سے کئی مہینے پہلے ایک گائے خریدی

اور اس کو خوب دانہ کھلایا پلایا اور عصر کے بعد جنگل میں اپنے ساتھ لے جاکر دوڑایا کرتے تھے قربانی کے وقت وہ اتنی عمدہ ہو گئی کہ اس ارزانی کے زمانہ میں بھی قصائی اس کی اسی روپے قیمت دے رہے تھے مگر مولانا نے کسی کو نہ دی اور قربانی کے دن ذبح کیا جب وہ ذبح ہوئی تو مولانا کے دل پر اس کا اثر ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ عرصہ تک ساتھ رکھنے اور پرورش کرنے سے اس کے ساتھ محبت ہو گئی تھی (وعظ۔ سنت ابراہیم ص ۵۹۔ وعظ۔ تکمیل الانعام ص ۳۱)

☆... ذبح کے مسائل

☆... قربانی کا جانور (بشرط قدرت) اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت کا خود ادا کرنا اولی ہے اگر کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے تو کم از کم ذبح ہوتے وقت وہاں موجود رہے تا کہ اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے حضور ﷺ نے قربانی کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلا لیا تھا

☆... قربانی کی نیت دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں البتہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے

☆... ذبح سے پہلے کی دعا

"إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السماوات وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مسلمًا (0) وَمَا أَنَا مِنْ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، (سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۳۰۰)

☆... ذبح کے بعد کی دعا

اللهم تقبله منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراهیم علیهما الصلاة والسلام

☆... جانور کو بوقت ذبح قبلہ رخ لٹانا سنت مؤکدہ ہے عملاً اس کے خلاف مکروہ ہے (فتاوی

رحیمیہ ج١٠ص٣٦)

☆... جانور کو اس طرح لٹانا چاہئے کہ ذبح کرنے والے کا منھ بھی قبلہ رخ ہو جائے یہ بھی سنت مؤکدہ ہے بلاعذر اس کا ترک مکروہ ہے (امداد الفتاوی ج٣ص٥٥٩)

☆... جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کر لینا مستحب ہے جانور کو گرا کر پھر چھری تیز کرنا ایک غیر مناسب عمل ہے آنحضرت ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو بکری کو پچھاڑ کر چھری تیز کر رہا تھا اور بکری اسے دیکھ رہی تھی تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اس کو کئی موت مارے اس کے پچھاڑنے سے پہلے تو نے چھری کیوں تیز نہ کی تھی (مجالس الابرار ص٢٨١)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے دو باتیں اچھی طرح یاد رکھی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا

«إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْإِحْسَانَ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، ثُمَّ لِيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ»

(سنن الدارمی ج٢ص١٢٥٤)

اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ احسان (اچھا سلوک) کرنے کا حکم فرمایا ہے جب تم جانور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ (ذبح سے پہلے) اپنی چھری تیز کرکے اس وقت جلدی سے اپنے ذبیحے کو راحت دو۔ (اس کو زیادہ تکلیف نہ پہنچاؤ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو کوڑے سے مارا تھا جس نے جانور کو لٹا کر اس کے سامنے چھری تیز کی تھی (مظاہر حق ج١ص ٩٤٧)

☆... جن لوگوں کو ذبح کرنا نہیں آتا انہیں ذبح نہیں کرنا چاہئے جانور کے گلے پر بار بار چھری پھیرنے اور جگہ جگہ کٹنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے بسا اوقات جانور پوری طرح ذبح نہیں ہوتا اور اٹھ جاتا ہے اس لئے جانور ذبح کرنے کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہئے جسے صحیح طور پر ذبح کرنا آتا ہو۔

☆... بعض لوگ جانور کو گرانے کے بعد کتاب کھول کر دعائیں پڑھنے لگ جاتے ہیں اور کئی لوگ قرآنی آیت اٹک اٹک کر پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعائیں پڑھے بغیر ذبح کرنا جائز نہیں ہے ایسا نہ کرنا چاہئے اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے ذبح کرنے والے کو دعائیں پہلے سے یاد کر لینی چاہئے

☆...عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ قصائی جانوروں کے ساتھ بڑی بے دردی کا سلوک کرتے ہیں جانوروں کو ایک دوسرے پر گراتے ہیں اور کئی قصائی تو نہایت اذیت کے ساتھ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں یہ نہایت بے رحمانہ طریقہ ہے قربانی کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ قصائی کو اس قسم کے بہیمانہ سلوک سے روکیں ۔کئی جگہ بڑے جانور کی مزاحمت پر قصائی جانور کو گندی گالی دیتے ہوئے اسے کھینچتے یا گراتے ہیں یہ نہایت برا فعل ہے قربانی کرنے والے حضرات قصائی کو اس فعل بد سے روکیں۔

☆... جانور کو ذبح کرنے کی جگہ تک الٹا پکڑ کر لانا یعنی اس کی پچھلی ٹانگوں کو آگے کی طرف کھینچ کر لانا مکروہ تحریمی ہے (خلاصۃ المسائل ص۱۰۹)

☆... بہت سے قصائی جلدی میں ہوتے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ عید کے دن انہیں زیادہ سے زیادہ جانور ذبح کے لئے ملیں اور وہ زیادہ سے زیادہ پیسے کمائیں اس لئے وہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اسے پوری طرح ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے فورا کھال کھینچنا شروع کر دیتے ہیں یا اس کی گردن علیحدہ کر دیتے ہیں ایسا کرنا حرام ہے جب جانور خوب ٹھنڈا ہو جائے اس وقت کھال اتارنی چاہئے اس سے پہلے نہیں ۔اسی طرح ذبح کے فورا بعد اس

کے دل پر چھری کے وار کرنا بھی مکروہ فعل ہے ۔

☆... قربانی کے جانور کی رسی اور جھول کا صدقہ کر دینا مستحب ہے (عزیز الفتاوی ج ۱ ص ۷۲۴)

☆... قربانی کے گوشت کا حکم

قربانی کرنے والے کو گوشت کے بارے میں پورا اختیار ہے چاہے تو سارا گوشت اپنے پاس رکھ لے یا سب کا سب دوست احباب رشتہ داروں میں تقسیم کر دے تاہم افضل یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لئے رکھے ،ایک حصے کو رشتہ دار دوست احباب میں تقسیم کرے، اور ایک حصہ غریبوں اور فقیروں کو دے تا کہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ قربانی کے گوشت کو فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی قصائی کو اجرت میں دیا جاسکتا ہے البتہ غیر مسلم دوست کو دینا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

اگر میت اپنے ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کر کے فوت ہوا ہے تو اس قربانی کا تمام گوشت مساکین کو دینا واجب ہے اور اگر کوئی شخص اپنے مال سے تبرعاً میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے کھائے جتنا چاہے تقسیم کرے خواہ سب کا سب خود کھائے (امداد الفتاوی ج ۳ ص ۵۳۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

رہا گوشت کا حکم تو اس میں اختیار ہے آپ جس کو چاہیں دیں خواہ غنی کو دیں خواہ فقیر کو سب جائز ہے مگر قصائی کو گوشت کاٹنے کی اجرت میں ہر گز نہ دیا جائے کل یہ اجرت میں داخل ہو کر ثواب اضحیہ کو باطل کر دے گا۔

گوشت بانٹنے میں اچھا طریقہ یہ ہے کہ اپنے خرچ کے موافق نکال کر باقی فقراء اور عزیز و اقارب کو تقسیم کر دیا جائے اور ان لوگوں کا لحاظ خصوصیت کے ساتھ زیادہ رکھنا چاہئے جو بوجہ عدم وسعت کے قربانی نہیں کر سکے اور یہ جو آج کل ادلا بدلا ہوتی ہے یہ تو بالکل ہی

خلاف عقل ہے جب ان اہل مبادلہ میں ہر شخص کے یہاں قربانی ہوتی ہے تو پھر ایک دوسرے کے یہاں خوامخواہ ہی بھیجنا ہے (وعظ۔ سنت ابراہیم ص ۶۴)

☆... شراکت داروں میں قربانی کا گوشت اندازے سے بانٹنا جائز نہیں، وزن کرکے برابر تقسیم کرنا ضروری ہے اگر حصہ میں کمی بیشی ہوگی تو سود ہو جائے گا اور سود لینا دینا کھانا سب حرام ہے سو ضروری ہے کہ تول کر سب میں برابر تقسیم کیا جائے (مسائل عیدین ص ۱۸۳ بحوالہ شامی ج ۵ ص ۲۰۹)

☆... قربانی کے جانور کی کھال کا مسئلہ

☆... قربانی کی کھال خود استعمال کر سکتا ہے اور اغنیاء کو بھی ہبہ دے سکتا ہے اور فقراء و مساکین پر صدقہ بھی کر سکتا ہے لیکن اگر قربانی کے جانوروں کی کھال فروخت کر دی تو خواہ کسی نیت سے فروخت کی ہو اس رقم کا صدقہ کر دینا واجب ہو جاتا ہے اور اس کا مصرف صرف فقراء و مساکین ہیں اغنیاء کو دینا یا ملازمین و مدرسین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۵۷)

فلسفہ قربانی

جناب علامہ انور صابری مرحوم

ذبیح اللہ کی جب یاد آجاتی ہے قربانی		میرے دل میں چمک اٹھتا ہے نور مہر ایمانی
رضائے حق کی خاطر سر کو زیر تیغ کر دینا		یہ جذبہ فی الحقیقت ہے بعید از حد امکانی
بقائے دائمی کا لطف ہوتا ہے اسے حاصل		ضروری جس نے سمجھا اتباع حکم ربانی
براہیمی عمل نے زندگی کو زندگی بخشی		ہوئے جس سے پیدا از زیست کے اسرار پنہانی
پسر کی دیکھتی آنکھوں لٹانا ذبح کرنے کو		یہ ایثار پدر ہے برتر از احساس انسانی
خدا دے کر مصائب بس انہی کو آزماتا ہے		کراتا ہے وہ جن سے دین قیم کی نگہبانی
کلام اللہ کا ہر حرف انور درس عبرت ہے		سبق آموز ہیں تیرے لئے آیات قرآنی

الجواب الصحیح لمن سأل عن الذبیح

ذبیح کون؟

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے کس بیٹے کو قربان گاہ پر لائے تھے؟ اہل کتاب علماء کا دعوی ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے جبکہ اہل اسلام کا دعوی ہے کہ وہ آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ قرآن کریم، احادیث و آثار بائبل کی شہادتوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ اہل کتاب علماء کا دعوی درست ہے یا اہل اسلام دلائل کے ساتھ اپنے دعوی کو ثابت کرتے ہیں؟

از قلم

حافظ محمد اقبال رنگونی

ملنے کا پتہ

Idara Isha Atul Islam. Manchester M16

الجواب الصحیح لمن سأل عن الذبیح

ذبیح کون؟

سیدنا حضرت اسماعیل یا سیدنا حضرت اسحاق علیہماالسلام؟

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ...اما بعد

قرآن کریم نے قربانی کے واقعہ میں اگرچہ یہ بات نہیں کھولی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کونسا بیٹا تھا جسے آپ ذبح کرنے کے لئے قربان گاہ پر لائے؟ مگر اس پورے واقعہ پر نظر کرنے سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ آپ کے وہ فرزند ارجمند سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو سیدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہی قرآنی اور تاریخی حقیقت ہے اور اس کے شواہد سابقہ کتابوں میں اب بھی موجود ہیں

علماء اہل کتاب (یہود ونصاری) کا دعوی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو خدا کے حکم پر قربانی کے لئے پیش کیا تھا وہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اور وہی اس لائق تھے کہ انہیں خدا کے حضور پیش کیا جائے اوران کے انہی بیانات پر بعض حضرات نے بھی یہ موقف اپنالیا

جبکہ جمہور علماء اسلام اور دیگر محققین کہتے ہیں کہ اللہ کے حضور جان کی قربانی کا یہ عظیم الشان شرف سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ملا ہے اور آپ ہی ہیں جنہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام قربان گاہ پر لائے تھے افسوس کی بات ہے کہ علماء اہل کتاب نے ایک خاص مقصد کے تحت قربانی کے واقعہ کو حضرت اسحاق علیہ السلام سے منسوب کردیا تاہم عہد نامہ قدیم (

بائیبل) کی عبارتیں اس کی تائید کرنے سے قاصر ہیں وہ بتاتی ہیں کہ یہ ایک زبردستی اور حقیقت کا منہ چڑانے کی کوشش ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں۔ آیئے ہم اس حقیقت پر ایک سرسری نظر ڈالیں

☆...(کیا قربانی کے وقت حضرت اسحاق حضرت ابراہیم علیہما السلام کے اکلوتے بیٹے تھے؟)

(۱) عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش کی یہ عبارت سامنے رکھئے

ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابراہیم کو آزمایا اور اسے کہا کہ اے ابراہام اس نے کہا میں حاضر ہوں اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا (کتاب پیدائش باب ۲۲ ورس ۱۔۳)

فقال خذ ابنک وحیدک الذی تحبه اسحق

Take now thy son thine only son Ishaac.

فرشتہ نے آسمان سے دوبارہ ابراہام کو پکارا اور کہا کہ خداوند فرماتا ہے چونکہ تونے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا۔ (ورس ۱۵۔۱۶)

ان دونوں عبارتوں میں لفظ اکلوتا۔ ابنک وحیدک.. only son قابل غور ہے سوال یہ ہے کہ جس وقت خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کیا اس وقت حضرت اسحاق حضرت ابراہیم علیہما السلام کے اکلوتے صاحبزادے تھے؟ کیا آپ کی اور کوئی اولاد اس وقت موجود نہیں تھی؟

کتاب پیدائش میں جن لوگوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اکلوتا بیٹا بتانے کی کوشش کی حقیقت یہ ہے کہ وہ درست نہیں کیونکہ اس وقت حضرت اسحاق حضرت ابراہیم علیہما السلام کے

"اکلوتے بیٹے "نہ تھے آپ سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام زندہ سلامت موجود تھے (اور وہ آپ کے بڑے بھائی تھے، چھوٹے نہیں) آپ ہی غور کریں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی موجودگی میں حضرت اسحاق علیہ السلام "اکلوتے بیٹے "کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں؟

ہاں اکلوتے بیٹے کا لفظ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر پوری طرح صادق آتا ہے اس لئے کہ اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے اس لئے بائیبل کا یہ بیان کہ "اکلوتے بیٹے کی قربانی چڑھا" کے مصداق حضرت اسحاق علیہ السلام کو قرار دینا کسی طرح درست نہیں رہتا

عہد قدیم کی کتاب پیدائش کا یہ بیان بھی پیش نظر رکھئے

> اور ابراہام نے خدا سے کہا کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے تب خدا نے کہا بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا تو ان کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی ہے باندھوں گا
>
> (باب ۱۷
>
> ورس ۱۸۔۱۹)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی (پیدائش باب ۱۶ ورس ۱۶) اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو آپ کی عمر اس وقت (۱۰۰) سو سال کی تھی اور حضرت سارہ کی عمر نوے برس تھی (دیکھئے باب ۱۷۔ ورس ۱۷)

اس سے آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ "اکلوتے" کا لفظ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر صادق آتا ہے یا حضرت اسحاق علیہ السلام پر؟ سو بائیبل کی اندرونی شہادتیں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۲ھ) لکھتے ہیں

> توارت کی آیات کو پڑھئے کہ جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا اکلوتا بیٹا بتایا گیا ہے کیونکہ اسماعیل علیہ السلام جب چودہ برس کے ہو چکے ہیں تب حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے کیا ان سے یہ صاف طور سے واضح نہیں ہوتا کہ ذبیح جیسے اعزاز کو بنی اسرائیل کے ساتھ وابستہ کرنے کی یہ غلط حرص تھی جس نے یہود کو اس تحریف پر آمادہ کیا کہ انہوں نے اس عبارت میں اکلوتے بیٹے کے فقرے کے ساتھ اسحاق کا نام بے محل جوڑ دیا پس یہ اضافہ توارت کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اور نص قرآنی کے بھی اور واقعہ و حقیقت کے بھی قطعا خلاف ہے (قصص القرآن ج ا ص ۲۳۸)

☆...حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے نسل پھیلنے کی بشارت

عہد قدیم کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے جس میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ علیہا السلام سے ایک بیٹے کی ولادت کی بشارت دیتے ہوئے کہا

اس سے میں تجھے ایک بیٹا بخشوں گا یقینا میں اسے برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوگی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے تب ابراہیم سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہو گا اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہو گی اور ابراہیم نے خدا سے کہا

کاش کہ اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے تب خدا نے کہا بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا تو اس کا نام اضحاق رکھنا میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی ہے باندھوں گا (دیکھئے پیدائش باب ۱۷ ورس ۱۶ تا ۲۰)

اس بیان سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام "قربانی" کا مصداق نہیں

ہوسکتے اگر قربانی کا واقعہ واقعی حضرت اسحاق علیہ السلام سے متعلق ہوتا تو آپ ہی سوچیں کہ پھر اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کیسے ہوسکتی تھی؟ علماء اہل کتاب اگر اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو پھر اس کا نتیجہ بڑا خوفناک ہوگا کیا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ایک ڈرامہ تھا جو خدا تعالیٰ اور حضرت ابراہیم کے درمیان پہلے سے طے پاچکا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ اے ابراہیم! یہ سب کچھ ہوگا مگر تیرا بیٹا ذبح نہ ہوگا اور نہ اس سے تمہاری کوئی آزمائش اور امتحان مقصود ہے۔

غور کیجئے جب خدا کا حکم ہوا کہ اے ابراہیم! تو اپنے بچے اسحاق کو ذبح کر اور حضرت ابراہیم کو اس کے ساتھ ہی بشارت بھی دے دی گئی کہ اسحاق کی نسل پھیلے گی اور اس سے بڑے بڑے بادشاہ پیدا ہوں گے تو کیا اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ یقین نہیں ہوگیا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کسی صورت ذبح نہیں ہوں گے؟ اور جس بچے کے متعلق یہ بشارت دی جاچکی ہے کہ اس کی نسل سے تو بادشاہ پیدا ہوں گے پھر وہ کس طرح موت سے ہمکنار ہوسکتا ہے اور اگر یہ میرے ہاتھوں ذبح ہوگیا تو وہ تمام پیشگوئیاں اور بشارتیں جو اللہ نے اس بچے سے متعلق بتلائی ہیں یقیناً وہ غلط ثابت ہوجائیں گی۔ کیا اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے غلط بیانی کرے اور اس بچے کو موت سے ہم کنار کردے جس کی نسل کے پھیلنے کی وہ پہلے خبر دے چکا ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔؟

(سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ)

جو لوگ حضرت اسحاق علیہ السلام کے متعلق بائیبل کی ان پیشگوئیوں اور بشارتوں پر یقین رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو ''ذبیح'' بھی سمجھتے ہیں تو وہ ایک بڑی عجیب مشکل میں ہیں یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہونے کے باوجود کہ میرا بیٹا اسحاق ذبح نہیں ہوگا آپ پھر بھی چھری تیز کر رہے تھے، اس کے ہاتھ پیر باندھ رہے تھے، اور اس پر چھری پھیر رہے تھے، اور جب یہ ڈرامہ پورا ہوگیا تو خدا بھی ان سے کہہ رہا تھا کہ تم

نے اپنا خواب پورا کر دکھایا، تم بڑی آزمائش میں کامیاب ہو گئے۔(استغفر اللہ العظیم) کیا اللہ تعالی اور اس کے پیغمبر خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک کام کیا اور پھر کہہ دیا کہ یہ تو بڑی آزمائش تھی جس میں ابراہیم پورے اترے؟(العیاذ باللہ تعالی)

قرآن کریم کی ان آیات پر غور کیجئے اللہ تعالی فرماتے ہیں

وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ (O) وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ

(پ۲۳الصافات)

اور ہم نے بشارت دی ابراہیم کو اسحاق کی، جو نبی ہو گا نیک بختوں میں، اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحاق پر اور دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں

قرآن کریم میں ایک اور جگہ اس بشارت کے ضمن میں فرمایا

فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ(پ۱۲ھود)

پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش ہو گی یعنی آپ صاحب اولاد ہونگے حضرت اسحاق علیہ السلام کے گھر بیٹے (حضرت یعقوب علیہ السلام) کی بشارت اور آپ کی نسل کے پھیلنے اور ان میں بادشاہوں کے آنے کی خوشخبری بتارہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق

علیہ السلام تھے

«الْمُفَدِّي إِسْمَاعِيلُ وَزَعَمَتِ الْيَهُودُ أَنَّهُ إِسْحَاقُ وَكَذَبَتِ الْيَهُودُ»
(مستدرک حاکم ج ۲ ص ۶۰۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی یہی قول ملتا ہے، اہل کتاب کے معروف عالم صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن سلامؓ بھی اس کی تصدیق فرماتے ہیں (دیکھئے مستدرک حاکم ج ۲ ص ۶۰۶)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح بتانے والے لوگوں کا خیال غلط ہے اس کا ذکر کتاب و سنت میں کہیں نہیں ملتا۔

وَمَا أَظُنُّ ذَلِكَ تُلُقِّيَ إِلَّا عن أحبار أهل الكتاب وأخذ ذلك مسلم مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ وَهَذَا كِتَابُ اللَّهِ شَاهِدٌ وَمُرْشِدٌ إِلَى أَنَّهُ إِسْمَاعِيلُ فَإِنَّهُ ذَكَرَ الْبِشَارَةَ بغلام حليم وَذَكَرَ أَنَّهُ الذَّبِيحُ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذَلِكَ وَبَشَّرْناهُ بِإِسْحاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ وَلَمَّا بَشَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ إِبْرَاهِيمَ بِإِسْحَاقَ قَالُوا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ [الْحِجْرِ:53] وَقَالَ تَعَالَى: فَبَشَّرْناها بِإِسْحاقَ وَمِنْ وَراءِ إِسْحاقَ يَعْقُوبَ [هُودٍ: 71] أَيْ يُولَدُ لَهُ فِي حَيَاتِهِمَا وَلَدٌ يُسَمَّى يَعْقُوبُ فَيَكُونُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ عَقِبٌ وَنَسْلٌ

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴)

معلوم ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بغیر کسی دلیل کے لے لیا۔ دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجئے کہ حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کا "غلام حلیم" کہہ کر اعلان ہوا، پھر راہ خدا میں ذبح کے لئے تیار ہونے کا ذکر ہوا

،اس تمام بیان کو ختم کرکے پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا اور فرشتوں نے بشارت اسحاق کے موقعہ پر غلام علیم فرمایا تھا اسی طرح قرآن میں ہے اور بشارت اسحاق کے ساتھ ساتھ ارشاد ہوا ہے کہ ابراہیم کی حیات میں ہی حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرایا جاچکا تھا اب انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا (تفسیر ابن کثیر ص ۳۹ مترجم)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں

ان احسن الاستدلال بقوله تعالى ومن وراء اسحاق يعقوب فانه مع اخبار الله تعالى اياه باثبات يعقوب من صلب اسحاق لا يتم ابتلاؤه بذبحه لعدم فائدته حينئذ (شرح الشفاء)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ) اس پر لکھتے ہیں

أَيْ لِأَنَّهُ أُمِرَ بِذَبْحِهِ صَغِيراً، فَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ الْأَمْرُ بَعْدَ خُرُوجِ يَعْقُوبَ مِنْ صُلْبِهِ فَافْهَمْ (ردالمختار ج ا ص ۷۸۶)

آپ اس سے چند سطریں پہلے یہ بات بھی لکھ آئے ہیں

وَالْمُخْتَارُ أَنَّ الذَّبِيحَ إسْمَاعِيلُ وَفِي أَوَّلِ الْحِلْيَةِ أَنَّهُ أَظْهَرُ الْقَوْلَيْنِ. اهـ. قُلْت: وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ وَرَجَّحَهُ غَالِبُ الْمُحَدِّثِينَ، وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ إنَّهُ الصَّحِيحُ وَالْبَيْضَاوِيُّ إنَّهُ الْأَظْهَرُ. وَفِي الْهَدْيِ أَنَّهُ الصَّوَابُ عِنْدَ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ إسْحَاقُ مَرْدُودٌ بِأَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ وَجْهًا (ایضا ص ۷۸۵)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں

جمہور کا قول یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں اور یہی صحیح ہے جس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ ذبح ولد کا قصہ بیان فرما کر حق تعالی نے آگے فرمایا ہے **وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بشارت اسحاق علیہ السلام سے مقدم ہے اس لئے وہ ذبیح نہیں ہو سکتے

دوسری لطیف دلیل یہ ہے کہ یقینا جس ولد کو ذبح کیا بلوغ سے پہلے کیا، کیونکہ نص میں یہ قید مذکور ہے(**فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ**) کہ جب وہ لڑکا چلنے اور دوڑنے کی عمر کو پہنچ گیا اور یہ حالت بلوغ سے پہلے ہو جاتی ہے ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا مقدمہ اس کے ساتھ ملایئے کہ اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی تو ساتھ ان کا صاحب اولاد ہونا بھی بتلادیا گیا(**وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ**) اور وحی قطعی ہوتی ہے تو اب اگر ان کے ذبح کا امر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام کو عین ذبح کے وقت وحی سابق کی وجہ سے ان کی عدم موت کا پورا یقین ہوتا کہ یہ صاحب اولاد ہونے سے پہلے کسی طرح نہیں مر سکتے پھر اس ذبح میں بلاء مبین اور امتحان ہی کیا ہوتا جبکہ اسماعیل علیہ السلام کے متعلق اس قسم کی بشارت کوئی نہ تھی کہ یہ صاحب اولاد ہوں گے اس لئے صحیح یہی ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں

(وعظ۔ تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۴۳)

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۲ھ) لکھتے ہیں

سخت تعجب ہے چند علماء اسلام بھی اس غلطی میں مبتلا نظر آتے ہیں کہ ذبیح اسماعیل نہ تھے اسحاق تھے اور جو دلائل انہوں نے اس سلسلہ میں بیان کئے ہیں افسوس کہ ہم ان سے متفق نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی بنیاد واساس محض وہم و ظن پر قائم ہے نہ کہ یقین کی روشنی پر (قصص

القرآن ج ا ص ۲۳۹)

یہ صرف قرآن کریم کی شہادت نہیں عہد قدیم کی عبارتیں بھی اس بات پر کھلی گواہ ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہنا درست نہیں، عہد قدیم کے جامعین نے گو کہ پوری کوشش کی کہ کسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح بنادیا جائے مگر افسوس کہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے اور بطور خاص لفظ ''اکلوتا'' نے ان کے کوشش پر پانی پھیر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے حسد اور بغض کا ایک اور ثبوت سامنے آگیا

قرآن کریم بتاتا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت کے ساتھ ان کی نسل باقی رہنے کی بھی بشارت دی گئی تھی اس قسم کی کوئی بشارت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ ملی تھی اسلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے یہ بڑی آزمائش حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں تو ہوسکتی ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کے حق میں نہیں۔ ہاں جب آپ اس آزمائش میں کامیابی سے باہر نکل آئے تو پھر اللہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی برکتوں اور رحمتوں کے ملنے کی بشارت عطا فرمائی اور تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام کی نسل میں بہت سے انبیاء کرام تشریف لائے اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی

وَاتَّفَقَتْ الْأُمَّةُ أَنَّهُ كَانَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ (ردالمحتار ج ا ص ۷۸۵)

اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ان سب کے جد امجد ٹھہرے۔

اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ذبح ولد (ذبح کبش) کا واقعہ مکہ مکرمہ یا اس کے قریب مقام پر پیش آیا تھا (اور اس کے آثار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک تک کعبہ میں موجود تھے) حضرت ابراہیم علیہ السلام یہیں تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی یہیں تھے۔ اب جو لوگ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح سمجھتے ہیں وہ اب تک اس سوال کا جواب نہیں دے پائے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ

کب مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے یا کب ان کا بچپن مکہ مکرمہ میں گزرا تھا؟ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کا بچپن مکہ مکرمہ میں نہیں گزرا تو پھر یہ دعوی کس دلیل سے تسلیم کیا جائے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے؟ جن بعض اکابر سے اس بارے میں کوئی قول ملتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قول کی بناء اسرائیلی روایات ہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

مفسر شہیر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں

وَلَيْسَ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ وَمَا أَظُنُّ ذَلِكَ تُلُقِّيَ إِلَّا عن أحبار أهل الكتاب وأخذ ذلك مسلم مِنْ غَيْرِ حُجَّة(تفسیر ابن کثیر ج۷ ص۲۳)

حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا ذکر قرآن وسنت میں نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ قول اہل کتاب کی خبروں (یعنی اسرائیلیات) سے منقول ہے اور بعض علماء اسلام نے بھی بغیر کسی دلیل کے اسکو اختیار کیا ہے۔

امام اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے مشہور تابعی امام ابو عمرو بن العلاء بصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۴ھ) سے پوچھا کہ ذبیح کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ اے اصمعی تمہاری عقل کہاں گم ہوگئی ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کب مکہ مکرمہ آئے تھے؟۔ مکہ میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ مل کر اللہ کا گھر (کعبہ مشرفہ) بنایا تھا

فَقَالَ: يَا صُمَيْعُ أَيْنَ ذَهَبَ عَقْلُكَ مَتَى كَانَ إِسْحَاقُ بِمَكَّةَ؟ إِنَّمَا كَانَ إِسْمَاعِيلُ بِمَكَّةَ، وَهُوَ الَّذِي بَنَى الْبَيْتَ مَعَ أَبِيهِ(تفسیر بغوی ج۷ ص ۴۷)

اس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے جس لخت جگر کو ذبح کرنا چاہا تھا

وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اور سلامتی ہو ان والد گرامی قدر اور لخت جگر پر۔ آمین

☆... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ترکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ملا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہیں

(۳) بائیبل سے پتہ چلتا ہے کہ جو اولاد خدا کے حضور نذر کر دی جاتی تھی اس کو پھر باپ کا ترکہ نہیں ملتا تھا اور اسی بائیبل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضرت اسحاق کو اپنے والد کا ترکہ ملا تھا حضرت اسماعیل کو ترکہ نہیں ملا (پیدائش ۲۵-۵-۶)

ایسا اس لئے ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا کے حضور پیش کر دیا تھا اور "تیرے حضور" کے الفاظ فرما کر یہ واضح کر دیا تھا کہ حضرت اسماعیل اب خدا کے حضور پیش کئے جا چکے ہیں اس اقرار کی رو سے حضرت اسماعیل علیہ السلام باپ کا ترکہ نہیں لے سکتے تھے۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ خدا کے حضور پیش کیا جانے والا بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۴ء) اور علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں

> حضرت اسحاق کو حضرت ابراہیم نے اپنا ترکہ دیا بخلاف حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کے کہ ان کو صرف پانی کی ایک مشک دے کر رخصت کیا یہ اس بات کا قطعی قرینہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسحاق کو قربانی پر نہیں چڑھایا تھا (سیرۃ النبی ج ا ص ۹۰)

☆... قربانی کا مقام گواہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے

(۴) بائیبل میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے جس مقام پر لائے وہ موریاہ تھا (دیکھئے پیدائش باب ۲۲ ورس ۳)

علماء یہود کہتے ہیں کہ یہ ہیکل سلیمانی تھا، عیسائی علماء بتاتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی دی گئی۔ تاہم بہت سے عیسائی محققین ان بیانات کو درست

نہیں سمجھتے ان کا موقف ہے کہ موریاہ مقام جزیزیم کے پہاڑ پر ہے
جبکہ علماء اسلام موقف ہے کہ یہ قربان گاہ مکہ مکرمہ میں ہے اور خانہ کعبہ کے قریب ہے اور کتاب پیدائش میں بھی اسے بیت اللہ کے قریب بتایا گیا ہے (۱۲۔۸)
بائیبل میں اس مقام کا نام موریاہ ہے۔ اور موریاہ نامی جگہ کا عرب میں واقع ہونا خود بائیبل میں مصرح ہے اور ''کوہ موریاہ'' کے متصل وادی میں مدیانیوں کی فوج کا ذکر بھی بائیبل میں ملتا ہے مدین عرب کی زمین ہے اور عرب کو اکثر مدیانیوں کہا جاتا ہے
حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خاندان عرب کی اسی زمین میں آباد ہوا ہے اور یہیں سے آپ کی نسل پھیلی ہے یہ لفظ مروۃ تھا جو مکہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے اور جہاں اب سعی کی جاتی ہے قرآن کریم میں سعی کے بیان میں اس کا تذکرہ ملتا ہے.
یہ بات سب جانتے ہیں کہ مروہ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے قریب واقع ہے یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پلے بڑھے اور جوان ہوئے ہیں اور اسی کے قریب آپ کی قربانی پیش کی گئی ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کا خانہ کعبہ کے قریب پلنا بڑھنا خود علماء اہل کتاب کو بھی تسلیم نہیں ہے
علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

> تمام واقعات اور قرائن کو پیش نظر رکھا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ لفظ مورہ نہیں بلکہ مروہ ہے جو مکہ معظمہ کی پہاڑی ہے اور جہاں اب سعی ادا کی جاتی ہے عرب کی روایات، قرآن مجید کی تصریح، احادیث کی تعیین تمام چیزیں اس قیاس سے اس قدر مطابق ہوتی جاتی ہیں کہ اس قسم کا تطابق بغیر صحت واقعہ کے ممکن نہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ
> حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِمِنًى«هذَا الْمَنْحَرُ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ». (مؤطامالک ص ۲۶۲)

قربانی گاہ یہ ہے اور مکہ کی تمام پہاڑیاں اور گھاٹیاں قربانی گاہ ہیں

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مروہ میں قربانی نہیں ہوتی تھی بلکہ منی میں ہوتی تھی جو مکہ سے تین میل پر ہے تاہم آنحضرت ﷺ نے مروہ ہی کو قربانی گاہ فرمایا یہ اسی بناء پر تھا کہ حضرت ابراہیم نے یہیں حضرت اسماعیل کی قربانی کرنی چاہی تھی (سیرۃ النبی ج۱ص ۹۲)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں

موجودہ تورات میں تصریح ہے کہ قربانی کا مقام مورہ یا مریا تھا علماء یہود ونصاری نے اس مقام کا پتہ بتلانے میں بہت ہی دور از کار احتمالات سے کام لیا ہے حالانکہ نہایت ہی اقرب اور بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ مقام مروہ ہے جو کعبہ کے سامنے بالکل نزدیک واقع ہے اور جہاں ''سعی بین الصفا والمروۃ'' ختم کر کے معتمرین (عمرہ کرنے والے) حلال ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ ''بلغ معہ السعی'' میں اسی سعی کی طرف ایماء (اشارہ) ہو مؤطا امام مالک کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے مروہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے غالبا وہ اسی ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی قربان گاہ کی طرف اشارہ ہوگا ورنہ آپ کے زمانہ میں لوگ عموما مکہ سے تین میل منی میں قربانی کرتے تھے جیسے آج تک کی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کا اصل قربان گاہ مروہ تھا پھر حجاج اور ذبائح کی کثرت دیکھ کر منی تک وسعت دے دی گئی قرآن کریم میں بھی **هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ** اور **ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ** فرمایا ہے جس سے کعبہ کا

قرب ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (فوائد القرآن ص ۵۸۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس مینڈھے کی قربانی کی تھی اس کا سر سینگ سمیت میزاب کعبہ پر لٹکا ہوا تھا اور وہ سوکھ کر خشک ہو گیا تھا جو بعد ازاں ایک حادثہ میں جل کر ختم ہو گئے تھے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ كَانَ أَوَّلَ الْإِسْلَامِ، وَإِنَّ رَأْسَ الْكَبْشِ لَمُعَلَّقٌ بِقَرْنَيْهِ مِنْ مِيزَابِ الْكَعْبَةِ وَقَدْ يَبِسَ(تفسیر قرطبی ج۱۵ص ۱۰۷)

قَالَ سُفْيَانُ لَمْ تَزَلْ قَرْنَا الْكَبْشِ فِي البيت حتى احترق البيت فاحترقا. (مسند احمد ج۲۷ ص۱۹۶۔ البدایہ ج ۱ص ۱۵۸)

علماء اسلام جن قوی دلائل کی رو سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبیح ہونا بتلاتے ہیں خود بائیبل کی تصریحات بھی اسی کی شاہد ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے صاحبزادے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی قربان گاہ پر لائے گئے اور آپ نے انہی کو خدا کے حضور پیش کیا تھا

☆... قربانی کی سنت اسرائیلیوں کے ہاں ہے یا اسماعیلیوں کے؟

(۵) اہل کتاب علماء کا یہ دعوی کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اسماعیل علیہ السلام نہ تھے واقعاتی حقائق کے بھی خلاف ہے قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عظیم الشان اور تاریخی یادگار اور عالمی سطح پر آپ کی سنت پر اب تک کون عمل پیرا رہے ہیں؟ سلسلہ اسرائیلی کے وارث یا سلسلہ اسماعیلی کے وارث؟ اگر یہ واقعہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا ہوتا تو لازما یہود و نصاری اس تاریخی سنت کے حامل ہوتے اور ان کے ہاں سالانہ قربانی کا یہ عمل عالمی سطح پر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا مگر دنیا گواہ ہے کہ ان دونوں قوموں کا دامن اس عمل سے خالی ہے البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک

(اور انشاء اللہ قیامت تک) مسلمان اس سنت پر شوق سے عمل پیرا ہیں اور بزبان حال اس حقیقت کو ثابت کر رہے ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں

> قربانی کی یادگار اور اس کی متعلقہ رسوم بنی اسماعیل میں برابر بطور وراثت منتقل ہوتی چلی آئیں اور آج بھی اسماعیل کی روحانی اولاد ہی (جنہیں مسلمان کہتے ہیں) ان مقدس یادگاروں کی حامل ہے (فوائد القرآن ص ۵۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسماعیل کی اولاد میں ہونا کسی ثبوت کا محتاج نہیں ہے ایک مرتبہ کسی نے آپ کو کہا آپ دو ذبیحوں (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ) کے فرزند ارجمند ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات پر مسکرادئے آپ نے اس بات انکار نہیں فرمایا یعنی آپ خود بھی اس یقین پر تھے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور آپ ان کی مبارک نسل سے ہیں

(۲) دوسرے ذبیح آپ کے والد مکرم حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ تھے جنہیں ایک نذر کے سلسلے میں قربانی کے لئے لایا جانا تھا۔

> **فَعُدْ عَلَيَّ بِمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ الذَّبِيحَيْنِ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ، فَقُلْنَا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَا الذّبِيحَانِ؟ قَالَ: إِنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ لَمَّا أَمَرَ بِحَفْرِ زَمْزَمَ نَذَرَ لِلَّهِ إِنْ سَهَّلَ اللَّهُ أَمْرَهَا أَنْ يَنْحَرَ بَعْضَ وَلَدِهِ فَأَخْرَجَهُمْ، فَأَسْهَمَ بَيْنَهُمْ فَخَرَجَ السَّهْمُ لِعَبْدِ اللَّهِ فَأَرَادَ ذَبْحَهُ فَمَنَعَهُ أَخْوَالُهُ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ وَقَالُوا: ارْضِ رَبَّكَ وَافْدِ ابْنَكَ. قَالَ: فَفَدَاهُ بِمِائَةِ نَاقَةٍ، قَالَ: فَهُوَ الذَّبِيحُ وَإِسْمَاعِيلُ الثَّانِي** (مستدرک حاکم ج۲ ص۶۰۴)

اہل کتاب کے علماء کا ان حقائق کے ہوتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دینے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہے کہ انہیں حضور اکرم رحمت عالم سید العرب والعجم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعناد ہے اس لئے وہ ہر اس چیز کو چھپانے (اگر وہ چھپ نہ سکے تو اسے) بدلنے سے حیاء نہیں کرتے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عالم سے (جو مسلمان ہو گیا تھا) حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا وہ کون تھا؟ اس نے کہا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ پھر اس نے کہا کہ اے امیر المومنین علماء یہود کو اس حقیقت کا بخوبی علم ہے لیکن وہ آپ عرب لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔

إِنَّ الْيَهُودَ لَتَعْلَمَ ذَلِكَ، وَلَكِنَّهُمْ يَحْسُدُونَكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى أَنْ يَكُونَ أَبَاكُمُ الَّذِي كَانَ مَنْ أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِذَبْحِهِ، وَيَزْعُمُونَ أَنَّهُ إِسْحَاقُ (تفسیر بغوی ج ۷ ص ۴۷)

حضرت ابراہیم کے جس بیٹے کو اللہ تعالی کے حکم پر حضرت ابراہیم ذبح کے لئے لائے وہ آپ کے جد امجد (حضرت اسماعیل علیہ السلام) تھے۔ اور علماء یہود سمجھتے

اسماعیل علیہ السلام) تھے۔ اور علماء یہود سمجھتے ہیں کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں (اور یہ محض حسد کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں)

علماء یہود ونصاری جن دوراز کار تاویلات کا سہارا لے کر کوشش کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح ہونے کی سعادت سے نکال دیا جائے یقین رکھئے کہ اس میں کوئی وزن نہیں ہے یہ صرف حضور اکرم سید دوعالم سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعصب وکینہ ہے جو انہیں ان حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے مجبور کرتا ہے اور اس کے لئے انہیں اس بات کی

قطعا کوئی پروا نہیں ہوتی کہ وہ آسمانی کتابوں میں تحریف کریں اور بات کہاں کی کہاں لگادیں۔ کاش کہ علماء اہل کتاب تعصب سے باہر نکلیں اور حقائق کو تسلیم کریں اور مان لیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس اکلوتے لخت جگر کو خدا کے آگے قربانی کے لئے پیش کیا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور حضور محمد عربی ﷺ آپ کی نسل سے ہیں اور اپنے عوام کو سرکار دوعالم ﷺ کے قدموں میں لاکر انہیں آخرت کی ذلت ورسوائی سے بچالیں

اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا اسلام کے لئے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے آج اگر ہم باوجود استطاعت کے ایک جانور اللہ کی راہ میں قربان نہیں کرسکتے تو کیا وقت آنے پر ہم اپنی جان اللہ کے نام پر قربان کرسکیں گے ؟ قربانی کی حقیقت پر غور کریں اور پوری خوش دلی کے ساتھ حکم الہی کی تعمیل میں قربانی کے لئے تیار ہوجائیں۔

التحفة المحمودية فی تحقيق أ يام الاضحية

قربانی کتنے دن کی جاسکتی ہے؟

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد

قربانی کے جب دن آتے ہیں تو بعض لوگ خوامخواہ اس موضوع پر بحث شروع کر دیتے ہیں کہ قربانی کے دن تین ہیں یا چار؟ پھر ان میں سے بعض حضرات اصرار کرتے ہیں کہ چوتھے دن کی قربانی بھی سنت ہے جبکہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک قربانی کے صرف تین دن ہیں اور یہی درست ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر چند گزارشات عرض کر دیں اور دیکھیں کہ ایام قربانی تین ہیں یا چار، واللہ الموفق

ایام قربانی

قربانی کتنے دن کی جاسکتی ہے؟ اس بارے میں گو کہ مختلف اقوال ملتے ہیں البتہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ (دیکھئے ہدایہ ج۴ ص ۴۳۰ مبسوط ج ۱۲ ص ۹ بدائع ج ۵ ص ص ۶۵) حضرت امام مالکؒ (دیکھئے بدایۃ المجتہد ج۱ ص ۴۳۵) اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ (دیکھئے المغنی لابن قدامۃ ج۸ ص ۶۳۸) کے نزدیک قربانی کا وقت بارھویں ذی الحج کے غروب آفتاب تک ہے اس کے بعد جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ بیشک حلال اور جائز تو ہو گا مگر اسے قربانی نہیں سمجھا جائے گا

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۴ھ) کا موقف یہ ہے کہ قربانی تیرھویں ذی الحج تک کی جاسکتی ہے آپ نے یہ بات اپنی کتاب (کتاب الام ج۲ ص ۲۲۸) میں لکھی ہے ہندوپاک کے غیر مقلدین بھی اسی موقف پر ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ کا موقف درست نہیں ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ قربانی کے ایام

کے متعلق کس کا موقف درست اور احوط ہے ؟

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ(پ۱۷ آیت نمبر ۲۸)

(ترجمہ) اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مواشی کے جو ان کو اللہ کے دئے ہیں، سو کھاؤ اس میں سے، اور کھلاؤ برے خستہ حال کے محتاج کو

قرآن کی اس آیت میں بتلایا گیا کہ جو جانور قربانی کے لئے میسر ہوں وہ ان پر ''ایام معلومات'' میں اللہ کا نام لیں یعنی تکبیر پڑھ کر ان ایام میں انہیں ذبح کریں یہ ''ایام معلوم'' مقرر ہیں اور یہی وہ دن ہیں جنہیں قربانی کے دن کہا جاتا ہے. مفسر شہیر حضرت امام قرطبی (۶۷۱ھ) اس آیت پر لکھتے ہیں

وَلَا خِلَافَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ النَّحْرُ، (تفسیر قرطبی ج۳ ص۴)

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت قربانی کے بارہ میں ہے

قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی (۵۹۵ھ) قرآن کریم کی مذکورہ آیت پر لکھتے ہیں

يَوْمُ النَّحْرِ، وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ (بدایۃ المجتہد ج۱ ص۴۴۲)

اس سے مراد عید الاضحی اور اس کے بعد دو دن ہیں

حضرت امام قرطبی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ أَنَّ الْأَيَّامَ الْمَعْلُومَاتِ أَيَّامُ النَّحْرِ الثَّلَاثَةُ: يَوْمُ الْأَضْحَى وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ.(تفسیر قرطبی ج۳ ص۳)

جب قربانی کے ایام متعین اور معلوم شدہ ہیں تو یہ پتہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ وہ دن کون

سے ہیں ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایام قربانی کو معلوم کہا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کون سے دن ہیں ؟

حضور ﷺ کے اجلہ صحابہ کرام نے اس آیت کی روشنی میں کن ایام کو قربانی کے ایام کہا ہے اسے دیکھئے حضرت امام ابو بکر جصاص رازی (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں

فَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَاذْبَحْ فِي أَيُّهَا شِئْتَ (احکام القرآن ج۵ ص۶۷ وج۱ ص۳۹۴)

حضرت علیؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ قرآن کے الفاظ ایام معلومات کا مطلب یوم النحر (یعنی دس ذی الحج) اور اس کے بعد دو دن (یعنی ۱۱۔ اور ۱۲ ذی الحج) ہیں ان دنوں میں سے جس وقت چاہو قربانی کر سکتے ہو

شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی شافعی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ تَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهُ وَرُوِيَ هَذَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وعلى وبن عُمَرَ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (نووی شرح مسلم ج۲ ص۱۵۳)

امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قربانی کرنا یوم نحر اور اس کے بعد دو دن تک خاص ہے حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے (نووی شرح مسلم ج۲ ص۱۵۳)

امام عبد اللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) بھی لکھتے ہیں

أَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ؛ يَوْمُ الْعِيدِ، وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ. وَهَذَا قَوْلُ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ. قَالَ أَحْمَدُ:

أَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –. وَفِي رِوَايَةٍ، قَالَ: خَمْسَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –. وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَسًا. وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ، وَالثَّوْرِيِّ، وَأَبِي حَنِيفَةَ...أَيَّامُ الْأَضْحَى الَّتِي أُجْمِعَ عَلَيْهَا ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ. وَلَنَا، أَنَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – نَهَى عَنْ ادِّخَارِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ.وَلَا يَجُوزُ الذَّبْحُ فِي وَقْتٍ لَا يَجُوزُ ادِّخَارُ الْأُضْحِيَّةِ إلَيْهِ(المغنی ج۱۱ص۱۱۴)

اور قربانی کے تین دن ہیں عید اور اس کے بعد کے دو دن۔ حضرت عمر حضرت علی حضرت عبد اللہ ابن عمر حضرت عبد اللہ ابن عباس حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ بکثرت صحابہ سے یہ بات منقول ہے (المغنی ج۹ ص۳۵۹)

مشہور محدث حافظ عبد الرحمن بن احمد بن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں

وأكثر الصحابة على أن الذبح يختص بيومين من أيام التشريق مع يوم النحر وهو المشهور عن أحمد وقول مالك وأبي حنيفة والأكثرين. (لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف ص۴۰۱)

معروف غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحبؒ (گوجرانوالہ) اعتراف کرتے ہیں

عید کے بعد صرف دو دن۔ یہ مسلک حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے جملہ پیروکاروں کا حضرت امام دار ہجرت امام مالکؒ اور ان کے تمام متبعین کا اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سارے مقلدین کا ہے (سوائے حافظ ابن قیم کے) (ماخوذ از ایام قربانی ص۲۴)

امام قرطبی واضح طور پر لکھتے ہیں کہ قرآن کی روشنی میں قربانی کے صرف تین دن ہیں اور

جس نے چوتھے دن قربانی کی نیت سے جانور ذبح کیا اس کی قربانی ادا نہیں ہو گی. آپ لکھتے ہیں

وَلَا خِلَافَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ النَّحْرُ، وَكَانَ النَّحْرُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَهُوَ يَوْمُ الْأَضْحَى وَالثَّانِي وَالثَّالِثِ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الرَّابِعِ نَحْرٌ بِإِجْمَاعٍ مِنْ عُلَمَائِنَا، فَكَانَ الرَّابِعُ غَيْرَ مُرَادٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:" مَعْلُوماتٍ" لِأَنَّهُ لَا يُنْحَرُ فِيهِ وَكَانَ مِمَّا يُرْمَى فِيهِ، فَصَارَ مَعْدُودًا لِأَجْلِ الرَّمْيِ، غَيْرَ مَعْلُومٍ لِعَدَمِ النَّحْرِ فِيهِ(قرطبی ج۳ص۴)

اس میں علماء کا اختلاف نہیں کہ آیت میں قربانی کا ذکر ہے اور قربانی پہلے دن ہو گی پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن... رہے چوتھے دن کی قربانی تو ہمارے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قربانی نہیں ہو گی اور اس آیت میں چوتھا دن اللہ کے ارشاد ایام معلومات میں مراد نہیں ہو گا اس لئے کہ اس دن قربانی نہیں کی جاتی ہاں یہ چوتھا دن ان دنوں میں شمار ہو گا جن میں رمی (شیطان کو کنکریاں مارنا) کی جاتی ہے سو رمی کی وجہ سے معدودات میں سے تو ہو گا لیکن معلومات کی قبیل میں سے نہیں اس لئے کہ اس دن قربانی نہیں کی جاتی

اب جو لوگ قرآن کی آیت (فی ایام معدودات) سے قربانی کے چار دن بتاتے ہیں وہ دراصل دونوں باتوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں معدودات کے مسائل اور ہیں، معلومات کے احکام اور ہیں حضرت امام شمس الدین سرخسی (۴۸۳ھ) لکھتے ہیں کہ جو حضرات چوتھے دن قربانی کے قائل ہیں ان کا قول ضعیف ہے کیونکہ قربانی ایام نحر کے ساتھ خاص ہے نہ کہ ایام تشریق کے ساتھ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پہلے دن (یعنی ۱۰ ذی الحج) کو قربانی کرنا افضل ہے اور وہ یوم النحر ہے (المبسوط ج ۱۲ص ۹)

☆...ایک شبہ کا ازالہ

بعض دوست حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے "معلومات" میں قربانی کے چار دن شمار کئے ہیں دس ذی الحج اور اس کے بعد تین دن اس طرح قربانی چار دنوں کی ہوئی؟

جواباً گذارش ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سند صحیح سے کہیں ثابت نہیں ہے شیخ ابن حزم ظاہریؒ (جو خود تو ذی الحج کے پورے مہینے میں قربانی کے قائل ہیں) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کو نقل کرکے خود ہی اس کی حقیقت سے پردہ اٹھا چکے ہیں آپ فرماتے ہیں یہ روایت اس لائق نہیں کہ اسے معرض استدلال میں لایا جائے

هَكَذَا فِي كِتَابِي وَلَا أَدْرِي لَعَلَّهُ وَهْمٌ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. (المحلی ج۷ ص ۳۷۷)

یہ روایت میری کتاب میں گو اسی طرح ہے اور اس کا حال مجھے معلوم نہیں شاید راوی سے وہم ہو گیا ہے

حضرت امام ابو بکر جصاص رازی (۳۷۰ھ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس لئے بھی قابل اعتماد نہیں ہو سکتی کہ حضرت ابن عباسؓ اتنی کمزور بات نہیں کہہ سکتے غور کریں کہ اگر دونوں جگہ ایام تشریق ہی مراد ہوں تو قرآن کے دو مقامات پر دو مختلف الفاظ (معدودات اور معلومات) لانے کا کیا فائدہ حاصل ہوا؟ یہ بات بلاغت قرآن کے بھی خلاف ہے سو جمہور علماء نے ان دونوں لفظوں کی جو تفسیر کی ہے اور اس کے الگ الگ معانی واضح کئے ہیں وہی اولی اور افضل ہیں

حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت اگر کسی درجہ میں مان لی جائے تو بھی اس پر استدلال کی بناء رکھنا اس لئے بھی درست نہیں کہ اس بیان میں آپ اکیلے ہیں جبکہ دیگر صحابہ اور جمہور

اہل علم کے ہاں قربانی کے تین دن ہیں اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قربانی ان تین دنوں میں ہی کی جائے

☆... قربانی کا آخری وقت حضور ﷺ کی نظر میں

قربانی کے آخری وقت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا کوئی ارشاد صراحتا موجود نہیں البتہ علماء نے آپ کے ایک اور بیان کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل کیا ہے. حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

«لَا يَأْكُلْ أَحَدٌ مِنْ لَحْمِ أُضْحِيَّتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ»،(صحیح مسلم ج۲ ص۱۵۸)

تین دن سے زیادہ کوئی شخص اپنی قربانی کے گوشت میں سے نہ کھائے ۔

جب قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے اور کھانے سے روک دیا تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ چوتھے دن قربانی نہیں کی جائے گی اگر چوتھے دن بھی قربانی کی اجازت ہوتی تو آپ تین دن کے بجائے چار دنوں کا ذکر فرماتے آپ کا چار دنوں کا ذکر نہ کرنا بتاتا ہے کہ قربانی کے دن تین ہیں چار نہیں۔ حافظ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ قربانی کے تین دن ہونے کی دلیل میں فرماتے ہیں

وَلَنَا، أَنَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – نَهَى عَنْ ادِّخَارِ لُحُومِ الْأَضَاحِيّ فَوْقَ ثَلَاثٍ.وَلَا يَجُوزُ الذَّبْحُ فِي وَقْتٍ لَا يَجُوزُ ادِّخَارُ الْأُضْحِيَّةِ إلَيْهِ، وَلِأَنَّ الْيَوْمَ الرَّابِعَ لَا يَجِبُ الرَّمْيُ فِيهِ، فَلَمْ تَجُزْ التَّضْحِيَةُ فِيهِ، كَالَّذِي بَعْدَهُ، وَلِأَنَّهُ قَوْلُ مَنْ سَمَّيْنَا مِنْ الصَّحَابَةِ، وَلَا مُخَالِفَ لَهُمْ إلَّا رِوَايَةً عَنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِثْلُ مَذْهَبِنَ(المغنی ج۹ ص۴۵۴)

قربانی کے تین دن ہونے کے متعلق ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا پس

اس دن قربانی جائز نہیں ہو گی جس دن حضور ﷺ نے گوشت کے ذخیرہ سے منع کر دیا تھا (اور وہ چوتھا دن ہے) دوسری دلیل یہ ہے کہ چوتھے دن رمی کرنا ضروری نہیں ہے پس اس دن قربانی بھی جائز نہ ہو گی جیسے اس کے بعد کے دو دنوں میں۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ یہی مذہب ہے ان صحابہ کا جن کا نام ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور ان کا کوئی مخالف نہیں ہے ماسوا حضرت علیؓ کی ایک روایت کے جبکہ ان کی ایک دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے

(نوٹ) پیش نظر رہے کہ حضور ﷺ نے قربانی کے گوشت کو صرف تین دنوں تک کھانے کا جو حکم دیا تھا آپ نے پھر اسے منسوخ کر دیا سو قربانی کا گوشت جمع کرنے یا کھانے کے متعلق اب کوئی قید باقی نہیں ہے (دیکھئے صحیح مسلم ج۲ ص۱۵۸) **فَكُلُوا وَأَمْسِكُوا مَا شِئْتُمْ**، (مسند ابی یعلی ج۴ ص۲۵)

☆... غیر مقلدین علماء کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ چونکہ حضور ﷺ نے گوشت رکھنے کی ممانعت ختم کر دی تھی اس لئے اب چوتھے دن قربانی کی جاسکتی ہے۔ ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ قربانی کا گوشت ایک ماہ تک کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز قربانی کے گوشت کا ذخیرہ کرنا چاہیں تو شریعت نے کیا اس کی کوئی مدت متعین کی ہے؟ اگر قربانی کا گوشت سال بھر کھانا ناجائز نہیں رہا تو کیا غیر مقلد علماء سال بھر میں کسی وقت بھی قربانی کرنا جائز سمجھتے ہیں؟ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر (۱۴۳۰ھ) لکھتے ہیں

اگر قربانی کے چار دن ہوتے جیسا کہ غیر مقلدین کا خیال ہے تو حدیث میں یوں ذکر آتا کہ قربانی کا گوشت چار دن کے بعد رکھنا جائز نہیں ہے لیکن اس حدیث میں (بلکہ کسی بھی صحیح حدیث) میں چار دن کا ذکر تک نہیں صرف (ثلاثۃ ایام) تین دن کا ذکر آیا ہے اگر واقعی چوتھے دن

قربانی جائز ہوتی تو یقینا جناب رسول اللہ ﷺ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ چوتھے دن کی صبح تمہارے گھر میں قربانی کے گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہونی چاہیئے ہاں اگر کسی صحیح حدیث سے چار دن کی صراحت اس کے بعد ثابت ہو جائے یا مولانا (اسماعیل) موصوف یہ ثابت کر دیں کہ ممانعت صرف ایک بوٹی کی ہے زیادہ کی نہیں یا چوتھے دن قربانی جائز ہے لیکن قربانی کا گوشت گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے یا چوتھے دن کی قربانی کا گوشت بھاپ بن کر اڑ جایا کرتا ہے تو شاید ان کی بات قابل توجہ ہو سکے مگر یقین کیجئے کہ ان تمام امور کا جواب صرف نفی میں ہو گا

(ایام قربانی ص ۲۸)

☆... قربانی کا آخری وقت صحابہؓ کی نظر میں

ہم یہ بات پہلے بتا آئے ہیں کہ جو لوگ قربانی کے صرف تین دن (عید الاضحی اور اس کے بعد دو دن) کے قائل ہیں وہ اپنی تائید میں قرآن کریم حدیث نبوی اور صحابہ کرام کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہ کا بھی اس بات کا اتفاق رہا ہے کہ قربانی کے دن تین ہیں اگر حضور ﷺ کے کسی بیان یا آپ کے کسی عمل اور اشارہ سے یہ بات ثابت ہوتی کہ قربانی تیرھویں ذی الحج کو بھی کی جا سکتی ہے تو صحابہ کرام اسے ضرور بیان کرتے اور اس پر ان میں سے کسی ایک کا عمل رہتا صحابہ کرام کا چوتھے دن کی قربانی نہ ہونے پر اتفاق کرنا بتاتا ہے کہ قربانی کے ایام دس گیارہ اور بارہ ذی الحجہ ہیں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں

انما النحر فی هذا الثلاثة الایام (اعلاء السنن ج ۱۷ ص ۲۳۲)

قربانی ان تین دنوں میں کی جا سکتی ہے (یعنی دس گیارہ اور بارہ ذی الحج کو)

حضرت علی بن مرتضیٰؓ فرماتے ہیں

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: هِيَ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ اذْبَحْ فِي أَيِّهِنَّ شِئْتَ، وَأَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا، (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۴۵)

قربانی کے تین دن ہیں عید کا دن اور اس کے بعد دو دن ان (تین) دنوں میں جب چاہو قربانی کرو ان میں پہلا دن افضل ہے

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں

الْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ. (محلی لابن حزم ج۶ ص۴۰)

قربانی کے دن عید اور اس کے بعد دو دن ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں

الاضحی یومان بعد یوم النحر (الجوہر النقی ج۷ ص۲۹۶)

عید کے بعد قربانی کے صرف دو دن ہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں

الْأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحَى. (مؤطا امام مالک ص۱۱۸)

قربانی عید کے بعد صرف دو دن ہو سکتی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں

الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.. (المحلی لابن حزم ج۶ ص۴۰)

قربانی کے صرف تین دن ہیں

حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے صحابہ کرام کے ان بیانات کو نقل کیا اور ان روایات کو زیر بحث بنایا مگر اہل علم حضرات نے اس قسم کے اعتراضات کے مسکت اور شافی جوابات دے دئے ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حافظ ابن حزمؒ کے اشکالات اور اعتراضات اس لائق نہیں کہ اس سے آثار صحابہ کو بے وزن کر دیا جائے اور کئی کئی دنوں تک قربانی کو جائز سمجھا جائے اور مسلمانوں کی قربانی کو خوامخواہ بحث کا موضوع بنا دیا جائے۔

کیا کل ایام تشریق قربانی کے دن ہیں

رہی مسند احمد کی ایک روایت جس میں کہا گیا ہے کہ جتنے دن ایام تشریق ہیں اتنے دن قربانی کے ہیں«كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ»۔(زاد المعاد ج۲ص۳۱۸)تو پیش نظر رہے کہ حافظ ابن کثیر نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے یہ بات تسلیم کی ہے کہ مسند احمد کی یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کی سند میں سلیمان بن موسی ہے جس نے حضرت جبیرؓ بن مطعم کا دور ہی نہیں پایا تھا نیز امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ کا سلیمان بن موسی پر کڑی جرح بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور خود حافظ ابن قیمؒ بھی مانتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے

لَكِنَّ الْحَدِيثَ مُنْقَطِعٌ لَا يَثْبُتُ وَصْلُهُ.(ایضا)

یہ حدیث منقطع ہے حضور ﷺ تک اس کا موصول ہونا ثابت نہیں

نیز سنن کبری میں منقول روایت بھی مضطرب اور ضعیف ہے

حضرت جبیرؓ کی روایت سے چوتھے دن قربانی کرنے والے دوست اگر اپنی جماعت کے علماء سے ہی معلوم کرلیں تو انہیں پھر یہ طعنہ دینے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ اہل سنت چوتھے دن قربانی کی سنت ادا نہ کرکے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں

اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے(فتاوی علماء حدیث ج۱۳ص۱۶۹)

اب اگر اس روایت کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص موجود ہے تو پھر اس دور کے غیر مقلدین کیوں اس بات پر بضد ہیں کہ چوتھے دن کی قربانی کی سنت کو زندہ کرنا ہے کیا یہ لوگ اس ”کچھ نہ کچھ“ سے اپنے دوستوں کی قربانی مشکوک نہیں بنارہے ہیں اس پر کچھ نہ کچھ تو غور کریں موصوف نے اس اس روایت سے استدلال کر رد کر دیا ہے

جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں(ایضاص۱۷۱)

غیر مقلد علماء اگر سمجھتے ہیں کہ یہ روایت ہر پہلو سے درست ہے اور ایام تشریق ہی ایام

ذبح ہیں تو پھر انہیں عید سے ایک دن قبل قربانی کا اہتمام کرنے میں کوئی عار نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایام تشریق وہیں سے شروع ہوتے ہیں حیرت ہے کہ مذکورہ حدیث کو درست قرار دینے پر اصرار کرنے والوں نے اب تک اس پر عمل کرنے کی ہمت نہیں کی ہے

صحابہ کرام نے بالاتفاق جب یہ بات کہی کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں تو یہ انہوں نے محض اپنی طرف سے نہیں کہا انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہو گا یا آپ ﷺ کی کسی بات سے انہوں نے یہ بات سمجھی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قربانی کے دن تو چار ہوں اور صحابہ اسے تین دن میں محصور کر لیں عبادات کے اوقات حضور ﷺ سے سنے بغیر کیسے معلوم ہو سکتے ہیں حضرت علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ (۵۸۷ھ) لکھتے ہیں

وَالظَّاهِرُ أَنَّهُمْ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – لِأَنَّ أَوْقَاتَ الْعِبَادَاتِ وَالْقُرُبَاتِ لَا تُعْرَفُ إلَّا بِالسَّمْعِ(بدائع الصنائع ج۴ ص۱۹۸)

أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها، وقد قالوه سماعا لأن الرأي لا يهتدي إلى المقادير(روح المعانی ج۱۷ ص۱۴۵)

ہمیں افسوس ہے کہ پاکستان کے بہت سے علاقوں میں غیر مقلد علماء عمداً چوتھے دن قربانی کرتے ہیں ناظم آباد کراچی کے ایک غیر مقلد عالم سے کہا گیا کہ چوتھے دن کی قربانی درست نہیں آپ لوگ کیوں عام مسلمانوں کی قربانی کو شک کی نذر کرتے ہیں تو ان کا جواب تھا کہ ہم نے صحابہ کا کلمہ نہیں پڑھا ہمارے نزدیک صحابہ کی بات حجت نہیں، ہم نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے اور ہم اس سنت کو زندہ کریں گے مگر وہ اس بات کا جواب نہیں دیتے کہ حضور ﷺ نے کس عید الاضحی کو چوتھے دن قربانی کی سنت جاری فرمائی تھی اور کب چوتھے دن قربانی کرنا آپ کی سنت قرار پایا ہے؟ جس کو زندہ کرنے کے لئے بعض غیر مقلد علماء میدان میں اترے ہوئے ہیں ۔

قربانی کے تین دن پر اجماع ہے

حقیقت یہ ہے کہ عیدالاضحی کے ایام تین ہیں اور اسی پر علماء کا اجماع منقول ہے یہ بات ہم نہیں کہتے حضرت امام احمد بن حنبل کہتے ہیں

أَيَّامُ الْأَضْحَى الَّتِي أُجْمِعَ عَلَيْهَا ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ(المغنی ج۸ ص۴۵۳)

قربانی کے دن جن پر اجماع ہے وہ تین دن ہیں

اور اب تو خود غیر مقلد علماء بھی تسلیم کرنے لگے ہیں کہ قربانی کے ایام تین ہی ہیں غیر مقلدوں کے معروف غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں

سیدنا حضرت علی مرتضی اور جمہور صحابہ کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں ایک عیدالاضحی اور دو دن بعد میں۔یہ ہماری تحقیق میں راجح ہے اور امام مالک نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے(فتاوی علی زئی ج۲ ص۱۸۱)

موصوف ایک اور جگہ لکھتے ہیں

قول راجح میں قربانی تین دن ہیں(مقالات ج۲ ص۲۱۹)

ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عمر فاروق صاحب لکھتے ہیں

تین دن قربانی کے قائلین کا مذہب راجح اور صواب ہے(قربانی اور عقیقہ کے مسائل ص۱۳۷)

ہم غیر مقلد علماء سے درخواست کریں گے کہ "چوتھے دن قربانی سنت ہے" کا نعرہ لگا کر خدارا مسلمانوں کی قربانیوں کو شک کی نذر نہ کریں۔احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قربانی تین دنوں میں کر لی جائے محض احناف کی مخالفت میں چوتھے دن کی قربانی کو سنت بتانا اور اس پر اپنے جاہل عوام کو عمل کی ترغیب دینا انتہائی غلط رویہ ہے اور خود غیر مقلد عوام کو بھی چاہیئے کہ وہ قربانی جیسی بڑی عبادت کو شک وشبہ سے بچائیں اور تین دنوں کے اندر اندر قربانی کر لیں آپ ہماری بات نہ مانیں مگر کم از کم اپنے ہی عالم مولانا عمر فاروق صاحب

کی یہ بات تو سنیں

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کرکے ۱۳ ذی الحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہیں اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کردی ہے لہذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت

کیسے ہوئی؟ بلکہ ایام قربانی تین دن ہیں تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں (قربانی وعقیقہ کے مسائل ص۱۴۱)

غیر مقلدین کے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث اور مفتی سے پوچھا گیا کہ جو شخص جان بوجھ کر چوتھے دن کو مردہ سنت کو زندہ کرنے کی سنت سمجھ کر قربانی کرتا ہے تو کیا اسے اس کا اجر ملے گا؟ اس کے جواب میں ان کے بزرگ مفتی صاحب لکھتے ہیں

جواب: اس آدمی کا عمل نبی کے عمل کے خلاف ہے اس کو تھوڑا اجر ملے گا کیونکہ اصل قربانی عید کے دن ہوتی ہے نبی اکرم نے ہمیشہ عید کے دن قربانی دی ہے (جن لوگوں کو پہلے دوسرے اور تیسرے دن قربانی کی سہولت میسر نہ ہوسکی) تو پھر عید کے چوتھے دن صرف جائز ہے سنت نہیں لہذا مردہ سنت کو زندہ کرنے والی بات بھی غلط ہے اور جاہلوں والی بات ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے (فتاوی برکاتیہ اھل حدیث ص۲۸۰ جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ)

جب پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے تو اس فضیلت کو حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے ہاں مجبوری ہو تو دوسرے اور تیسرے دن کرلی جائے لیکن اسے کھینچ تان کر چوتھے دن تک صرف اس لئے لے جانا کہ بزعم خود یہ مردہ سنت زندہ ہو رہی ہے بڑی زیادتی ہے

۔ اے کاش کہ وہ غیر مقلد علماء اور ان کے مقلدین اپنے مقتدر علماء کی یہ بات ذہن نشین کرلیں تو انہیں اس قسم کے اجتماعی مسائل کو اختلافی بنانے اور دوسروں کو طرح طرح کی سنانے سے بچنے کی کچھ توفیق مل جائے۔

تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے کے لئے ان مسائل واحکام میں بھی تشکیک پیدا کر دینے کا فیصلہ کرلیا ہے جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتداء سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے گویا ان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیر خواہی بس یہ رہ گئی ہے کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے اختلافی بنادیا جائے اور دین کا کوئی مسئلہ ایسانہ چھوڑا جائے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہو کہ سب مسلمانوں کے نزدیک یہ اجتماعی مسئلہ ہے (فتاوی علمائے اہل حدیث ج۱۴ص۱۳)

غیر مقلدین کا وہ چھوٹا سا طبقہ جو چوتھے دن قربانی کے لئے دعوت عام دیتا اور اسے مردہ سنت بتاکر اسے زندہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے وہ اگر یہ کہیں کہ ہم امام شافعی کے ایک قول پر عمل کرتے ہیں تو شاید ان کے لئے کوئی گنجائش بھی نکل آئے مگر جب وہ اسے احیاء سنت بتابتاکر لوگوں میں خوامخواہ انتشار واضطراب پیدا کرتے ہیں تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

قربانی نام نہاد روشن خیالوں کی قربان گاہ پر

قربانی کے متعلق نام نہاد روشن خیال لوگوں کے شبہات کے جوابات

جو لوگ قربانی کو مال کا ضیاع بتلا کر عوام کو قربانی سے روکتے ہیں عید الاضحی اور اس کے بعد پورا ہفتہ یہی روشن خیال طبقہ اسی قربانی کے گوشت کو بڑے شوق سے نوچ نوچ کر کھاتا اور مصالحہ دار بوٹیوں کی لذت کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتا

از قلم
حافظ محمد اقبال رنگونی

ملنے کا پتہ

IDARA ISHA ATUL ISLAM

No: 26 Blackburn Street,

Old Trafford

MANCHESTER M16 9LJ

Tel: 0161 232 9851

قربانی روشن خیالی کی قربان گاہ پر

قربانی کے متعلق نام نہاد روشن خیال لوگوں کے شبہات کے جوابات

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد

گزشتہ کچھ عرصہ سے اسلام کے جو مختلف احکام اور مسائل اخبارات اور ٹی وی کے ٹاک شوز میں بحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک قربانی بھی ہے اس بحث کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ لوگوں کو قرآن اور حدیث کے مطابق قربانی کی طرف متوجہ کیا جائے اور انہیں اس سنت پر عمل کی ترغیب دی جائے بلکہ مقصد مختلف حوالوں کے ذریعہ مسلمانوں کو قربانی کی سنت پر عمل کرنے سے روکنا ہوتا ہے آیئے ہم ان نام نہاد دانشوروں کے اٹھائے شبہات پر ایک نظر ڈالتے چلیں

شبہ: قرآن میں قربانی کا حکم نہیں اور حدیث ہم پر حجت نہیں

(۱) قرآن میں چونکہ قربانی کا کوئی حکم نہیں ہے اس لئے قربانی کوئی ضروری نہیں ہے اور جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو یہ کوئی ہمارے لئے حجت نہیں کہ ہم اسے قابل استدلال بناکراس پر عمل پیرا ہوجائیں

جوابا عرض ہے کہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ جب قربانی کا حکم ہے اور اسے شعائر اللہ تک کہا گیا ہے تو پھر یہ کہنا کیا جھوٹ نہیں کہ قرآن اس بارے میں کوئی حکم نہیں دیتا خود قرآن کریم بتاتا ہے کہ قربانی صرف اس امت کا مسئلہ نہیں، قربانی کا حکم کسی نہ کسی صورت میں پچھلی شریعتوں میں بھی موجود رہا ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ(پ۱۷الحج ۳۴)

اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی مقرر کی تھی تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام لیں ان چوپایوں پر جو اس نے انہیں عطا کر رکھے ہیں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قربانی ہر دور میں موجود رہی ہے اور قرآن کریم میں اس کی شہادت موجود ہے اب جو لوگ قرآن کریم کی صریح بات نہ مانیں وہ اگر حدیث کی حجیت کا انکار کر دیں تو ان سے اس کے سوا اور کیا توقع کی جاسکتی ہے.

☆... قربانی صرف حج کے ساتھ خاص ہے سب مسلمانوں کے لئے نہیں

(۲) بعض لوگ یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ قرآن میں بیشک قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے مگر یہ حکم سب مسلمانوں کے لئے نہیں ہے یہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو حج کے لئے جاتے ہیں مسٹر غلام احمد پرویز کا جھوٹ دیکھیں

مقام حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ قربانی کے لئے کوئی حکم نہیں تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم نے مدینہ میں قربانی نہیں کی جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں جا کر جانور کی قربانی کی ہے (قرآنی فیصلے ص ۵۶)

☆... جواباً عرض ہے کہ مسٹر پرویز اور اس قبیلے کے لوگوں کا یہ دعوی جھوٹ ہے قرآن کریم میں جہاں قربانی کا ذکر آیا ہے ان میں دو آیتیں ایسی ہیں جن میں حج کا ذکر ہے نہ حاجیوں کا اس سے کوئی تعلق ہے، بلکہ ان میں قربانی کو ایک الگ عبادت اور عنوان سے ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حج کی عبادت اور ہے، قربانی کی عبادت اور ہے۔ اگر اس قبیلے کے لوگوں کو ''ھدایا'' اور ''ضحایا'' کا فرق معلوم نہ ہو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ حج کے ارکان مدینہ منورہ میں ادا نہیں کئے جاتے اور نہ ہی مدینہ منورہ میں ''منیٰ'' نامی جگہ پر حاجی تین دن ٹھہرتے ہیں کہ قربانی کا تعلق صرف حج سے متعلق بتایا جائے۔ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تھے وہاں آپ نے قربانی کا اہتمام فرمایا تھا یا نہیں؟ اسے دیکھئے

آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ نے مدینہ میں بھی قربانی کا پوراپورا اہتمام فرمایا تھااور یہیں آپ نے قربانی کی ترغیب اوراس کی فضیلت بتائی تھی آپ نے مدینہ منورہ میں خود اپنے ہاتھ مبارک سے اونٹ نحر فرمائے اور مینڈھوں کی قربانی فرمائی(صحیح بخاری ج ا ص ۲۳۱۔)

آپ مدینہ منورہ میں دس سال رہے اوران دس سالوں میں آپ نے قربانی برابر کی تھی (ترمذی ج ا ص ۱۸۲۔ مشکوۃ ص ۱۲۹)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں وہ روایات موجود ہیں جن میں واضح طور پر مدینہ منورہ میں قربانی کا ذکر ملتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ قربانی کو کسی خاص جگہ اور علاقے سے خاص کرنا غلط ہے ۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ اور کوفہ میں رہے آپ نے یہاں اپنی قربانی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق آپ کی طرف سے بھی قربانی فرماتے رہے ہیں۔

کیاحج مدینہ منورہ اور کوفہ میں ہوتا ہے ؟ کچھ تو سوچیں

آنحضرت ﷺ قربانی کے ایام میں اگر کسی جگہ سفر پر رہے تو آپ نے دوران سفر بھی قربانی کا اہتمام فرمایا تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے اور قربانی کے دن آگئے ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے کی قربانی کی (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳)

اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ گائے کا ذبح کیا جانا محض گوشت کھانے کے لئے نہ تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سات آدمیوں کا ذکر کرکے واضح کر دیا کہ اس ذبح کا مقصد قربانی تھا

غور طلب بات یہ ہے کہ کیاحج مدینہ منورہ میں ہوتا ہے ؟ نہیں... مدینہ منورہ میں منیٰ نامی کوئی جگہ ہے جہاں حاجی ٹھہرتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں ؟ اگر نہیں تو پھر یہ کہنا سوائے

غلط بیانی کے اور کیا ہے کہ قربانی صرف حاجیوں کے ذمہ ہے دنیا کے باقی مسلمانوں پر نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی کا عملا اہتمام فرما کر یہ بتادیا کہ قربانی کا حج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ بالکل ایک الگ عبادت ہے۔ رہا وہ جانور جو حج کے موقع پر منی میں حاجی ذبح کرتے ہیں یہ وہ قربانی (سنت ابراہیمی والی) نہیں ہے بلکہ یہ دم شکر ہے جو حج تمتع اور حج قران کرنے والے پر لازم ہے۔ اگر کسی نے حج افراد کیا ہے تو اس پر یہ دم شکر نہیں ہے۔ روشن خیال گروہ کا یہ خیال کہ چونکہ حج افراد کرنے والے نے قربانی نہیں دی اس لئے اس کا حج ہی نہیں ہوا کیونکہ قربانی کا حکم ہر حاجی کے لئے ہے غیر حاجی کے لئے نہیں بڑا جاہلانہ خیال ہے۔

قربانی اور حج دونوں الگ عبادتیں ہیں

روشن خیال گروہ کی تاریک خیالی کا عالم یہ ہے کہ وہ قربانی اور حج کی تاریخ سے ہی لاعلم ہیں قربانی کی تاریخ حج کی تاریخ سے مقدم ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی عالم شباب میں آئے ہی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قربانی کا حکم ہوا جبکہ خانہ کعبہ کی تعمیر اور حج کا اعلان اس کے بہت بعد ہوا ہے اس لئے اسے خوامخواہ حج کے ساتھ جوڑنا اور اسے صرف حاجیوں کے لئے خاص کرنا ان کے مبلغ علم اور ان کی تاریخ دانی کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ روشن خیالی کے یہ کثیف چشمے بیسویں صدی میں پھوٹے ہیں اگر پہلے دور میں روشن خیالی کے چرچے ہوتے تو ہمارے محدثین کبھی بھی حج اور قربانی کا الگ الگ ذکر نہ کرتے دونوں کو ایک ہی جگہ جوڑ دیتے۔ اور ہمارے فقہاء کو بھی یہ ضرورت نہ ہوتی کہ وہ حج کے لئے الگ مسائل بیان کریں اور قربانی کے لئے الگ باب باندھیں۔

سو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لئے نہیں ہے دنیا کے ہر مسلمان پر بشرط استطاعت قربانی کرنا ضروری ہے اس میں نہ مکہ مکرمہ کی قید ہے اور نہ کسی خاص جگہ قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) کیا قربانی میں گوشت کا بڑا ذخیرہ ضائع ہوتا ہے

یہ درست کہ قربانی کا حکم ہر جگہ کے لئے ہے مگر قربانی کے دنوں میں گوشت کا بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے اور اس کا بیشتر حصہ ضائع ہوتا ہے اس لئے اسراف سے بچنا چاہئے۔
گذارش ہے کہ ان لوگوں نے یہ کہاں دیکھ لیا کہ قربانی کے دنوں میں گوشت کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو کر خراب اور ضائع ہو جاتا ہے یہ ایک مغالطہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔۔
اس روشن خیالی کے دور میں بھی لاکھوں نہیں، کروڑوں افراد اور گھرانے ایسے ہیں جہاں لوگ گوشت کھانا تو دور کی بات، گوشت کو دیکھنے سے سالہا سال سے محروم ہیں راقم الحروف نے کراچی کے قریب ہی بعض علاقے ایسے دیکھے ہیں جہاں لوگ سال بھر گوشت کی شکل نہیں دیکھتے وہ صرف قربانی کے دن گوشت کھاتے ہیں اور بعض علاقے اب تک ایسے ہیں جہاں انہیں قربانی کا گوشت نہیں پہنچتا، ملک میں اتنی کثیر تعداد میں قربانی کے ہونے کے باوجود وہ اگر گوشت کی نعمت سے محروم ہیں تو یہ اسراف اور ضائع کیسے ہو گیا؟ اس قبیلے کو پارٹیوں افطاریوں دعوتوں منگنی نکاح شادی بیاہ ولیمہ عقیقہ ختنہ سالگرہ اور دیگر فضول رسموں پر خرچ ہونے والی رقوم اور کھانے کے ضیاع پر کسی نے غم کھاتے دیکھا ہے؟ اور کیا کبھی اس قبیلے نے ان فضولیات پر بھی آواز اٹھائی ہے۔ فضولیات میں خرچ ہونے والی سال بھر کی رقوم اور کھانے کے ضیاع کا حساب کرتے ان کے ہاتھ کیوں کانپتے ہیں؟
رہی بات دس ذی الحج کو منیٰ میں ذبح کئے والے جانوروں کے گوشت کی (وہ دم شکر ہو یا قربانی ہو یا دم وغیرہ کے طور پر ہو) تو پیش نظر رہے کہ وہ گوشت ہرگز ضائع نہیں ہوتا، سعودی حکومت کی جانب سے اس کی حفاظت اور پھر اسے محفوظ طریقے سے غریبوں تک پہنچانے کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے اور مسلم ممالک کے غرباء بھی اس قربانی کے گوشت سے نفع حاصل کرتے ہیں تو پھر اسے اسراف کس طرح کہا جاسکتا ہے

☆...کیا قربانی کے بجائے غریبوں کو مالی خدمت نہیں کر سکتے؟

(۴) ان دنوں دنیا بھر کے مسلمانوں کی معاشی حالت ٹھیک نہیں اور دن بدن مسلمانوں میں غربت کی شرح بڑھتی جارہی ہے تو کیا یہ بات اچھی نہیں کہ ہم قربانی پر صرف کرنے والی رقم غریبوں میں تقسیم کر دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں اور بہتر زندگی بنا سکیں

☆...جواباً عرض ہے کہ روشن خیال لوگوں کا غریب مسلمانوں کے بارے میں بظاہر یہ ہمدردانہ رویہ اچھا جذبہ ہے اس کی قدر ہونی چاہیئے مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ جذبہ قربانی کو قربانی کا بکرا بنائے بغیر پورا نہیں ہو سکتا؟ کیا اور کوئی ایسا عمل نہیں جس سے ہم غریبوں کو کوئی سہارا دے سکیں اور ان کی معاشی حالت بہتر بنا سکیں غریبوں کی ہمدردی کے نام والی چھری آخر قربانی پر ہی کیوں گرتی ہے ۔ حکمرانوں وزیروں امیروں کے ناز و نخروں پر کیوں نہیں؟ اگر حکمران اور امراء کا طبقہ اپنے مال کو بے جا صرف کرنے سے باز آجائے یا قومی خزانے کو حلوائی کی دکان میں دادا جی کا فاتحہ سمجھ کر برباد کرنے والے کچھ بھی خیال کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ غریبوں کے گھر بھی روشن ہو جائیں اور ان کی بھی جائز ضرورتوں کا سامان مہیا ہو جائے مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوتا غریبوں کی ہمدردی کا جذبہ ابھرتا بھی ہے تو اس طرح کہ اس سے اسلام کے کسی عمل کی قربانی دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے پیچھے مقصد غرباء کی ہمدردی نہیں، اسلامی حکم کی پامالی ہے۔

حال ہی میں پاکستان کے علاقہ تھر میں خشک سالی نے بیشمار ماؤں کی گود سے ان کے بچے چھین لئے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اپنے ہی ماؤں کی گود میں تڑپ تڑپ کر موت میں آغوش میں جاتے رہے ان کے لئے نہ اناج کا انتظام، نہ دوائی اور علاج کی کوئی سہولت، ہسپتال ویران اور ڈاکٹر تنخواہیں لینے کے باوجود غائب، جبکہ دوسری طرف اسی صوبے (اور ملک) کے کرتا دھرتا کروڑوں نہیں اربوں روپیہ ناچ گانوں اور رقص و سرود پر محض

اس لئے لٹاتے رہے کہ ہزار سال پہلے کی پتھریلی روایات زندہ کی جائیں انہیں اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ وہ ہزار سال پہلے کی پہاڑی روایات کو زندہ کرنے میں کتنے ہزاروں لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہے ہیں اور کتنی ماؤں کی گود سے ان کی بچوں کی زندگی چھین چکے ہیں

ایک طرف ملک کے شاہ زادے محض اس لئے اربوں روپیہ ضائع کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ انسانی جھنڈے کا نام گینز بک آف ریکارڈ میں درج کرادیا جائے۔ یوتھ فیسٹول کے نام پر خالی کرسیوں کا اربوں میں کرایہ دینے والوں نے کبھی سوچا کہ ان کے اپنے ہی علاقے میں کتنے بچے اور کتنے غریب گھرانے بھوک اور افلاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں اور خودکشی کا طوفان ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو محض اس لئے مسلمانوں کو قربانی سے اجتناب کرنے کی تعلیم دیتے ہیں کہ اس سے مال ضائع ہوتا ہے۔ کہاں ہے وہ جماعتیں جو سندھ کلچر اور جشن بہاراں کی روایات پر اربوں مال کا ضائع ہونا تو آسانی سے ہضم کرلیتی ہیں مگر قربانی پر صرف ہونے والے چند ہزار سے وہ بری طرح ہلکان ہو رہی ہیں۔ بے حجابانہ کلچر اور ہندوانہ روایات پر صرف ہونے والے مال کو زندہ دلی بتانا اور مال کے ضیاع کے نام پر دینی احکام وروایات کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑجانا واضح کرتا ہے کہ ان لوگوں کے پیش نظر مال کے ضیاع پر افسوس کرنا نہیں بلکہ مسلمانوں کو دینی احکام وروایات سے منحرف کرنا اور اس کی اہمیت گھٹانا ہے

یہ لوگ خود تو یہ کہہ کر قربانی کے قریب نہیں جاتے کہ اس سے مال ضائع ہوتا ہے لیکن کیا وہ بتاسکتے ہیں کہ قربانی کی وہ رقم جن کے ضائع ہونے پر انہیں افسوس ہو رہا ہے کیا انہوں نے کسی غریب اور محتاج کو دے دی؟ کیا وہ بتاسکتے ہیں کہ ان میں سے کتنے ہیں جنہوں نے قربانی کے دنوں میں پچیس پچاس ہزار کا جانور خریدنے کے بجائے وہ رقم کسی مفلس اور محتاج کو اس لئے دی ہو کہ ان کے غریب ہونے کا انہیں دکھ اور احساس ہے، یہ

نام نہاد پڑھے لکھے لوگ قربانی اور غرباء کے ساتھ ہمدردی تو کجا، الٹا دوستوں کے گھروں سے آنے والے قربانی کے گوشت کو ڈیپ فریز میں جمع کر لیتے ہیں کہ بعد میں وہی گوشت ان کے زبان کی لذت اور دل و دماغ کی راحت کا سامان بنے۔

مسلمان کا مال ضائع ہونے پر افسوس کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جو عید کے دن اسی قربانی کے گوشت سے پوری طرح لطف اٹھاتے ہیں اور عید پارٹیوں میں اسی قربانی کا گوشت پوری طرح ان کے ہاتھوں اور دانتوں کی گرفت میں ہوتا ہے اور انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ ان کے قریب سے گزرنے والے غریب اور نادار جب یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا مال ضائع ہونے کی دہائی دینے والے کس طرح مسلمانوں کا مال ضائع کر رہے ہیں تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہوگی اس پر بھی و نہوں نے کچھ سوچ لیا ہوتا۔

قربانی کو مال کا ضیاع کہنے والے قربانی کے جانور کے قریب سے گذرتے ہیں تو اپنی ناک پر رومال رکھ لیتے ہیں مگر جب اسی قربانی کا گوشت ان کے گھر آتا ہے تو وہ اپنے نوکر کو آواز دیتے ہیں کہ

" یہ گوشت پڑوسی کے گھر سے آیا ہے اسے سنبھال کر ڈیپ فریزر میں رکھ لینا "

اگر واقعی ان کے دل میں مال کے ضائع ہونے کا ذرا بھی احساس ہوتا تو وہ اسی گوشت کو ڈیپ فریزر میں رکھوانے کے بجائے اسی غریب کو دے دیتے کہ کم از کم اس گھر کا خادم اور نوکر عید کے دن اپنے بچوں کے ساتھ قربانی کا گوشت کھالیتا

سو یاد رکھئے قربانی کو مال کا ضیاع کہنا کسی طرح بھی درست نہیں، یہ صرف ان لوگوں کی دہائی ہے جو نہ تو خود اسلام کے کسی حکم پر عمل کرنا چاہتے ہیں نہ کسی دوسرے کو اس حکم پر عمل کرتے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں ان کا کام صرف اسلام پر تنقید کرنا اور مسلمانوں کی نئی نسل میں تشکیک کی فضا پیدا کرنا ہے ہندوستان کے معروف عالم حضرت مولانا حافظ محمد زکریا صاحب قدوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

لوگ ہم کو مشورہ دیتے ہیں کہ قربانی کی بجائے اس کی قیمت خدا کے نام پر خرچ کر دی جائے تو یہ بھی مفید ہونا چاہئے کیونکہ اصل تو خدا کے یہاں تقوی ہے تقوی جیسے قربانی کرنے سے حاصل ہوتا ہے روپیہ خرچ کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے

مشورہ دینے والوں سے سوال یہ ہے کہ ایسا مشورہ اور ایسا سوال کبھی تم نے دنیا کے بڑے لوگوں سے بھی کیا ہے ؟ کسی دربار کے کرسی نشین کو کسی راجہ کو کسی نواب کو کسی رئیس کو کسی جاگیر دار کو کبھی تم نے ایسا مشورہ دینے کی جرات کی ہے ؟ نہیں ہر گز نہیں کہ یہ تو اپنی مصلحتوں کو آپ سمجھنے والے ہیں بڑے لاٹ صاحب چھوٹے لاٹ صاحب اور ان سے نیچے لوگوں کی کوٹھی کا رخ کرتے ہو تو تمہاری روح پرواز کرنے لگتی ہے مگر ہاں خداوند احکم الحاکمین کو مشورہ دینے کی اس کے حکم میں ترمیم کرنے کی تم میں جرات بھی ہے اور جسارت بھی ۔ چھوٹے چھوٹے حاکموں سے بات کرتے ہوئے ان کی حکومت اور عظمت کا تصور کرتے ہوئے تو تمہاری جان نکلتی ہے مگر ذی اقتدار خداوند حقیقی کے احکام میں کتر بیونیت کرتے ہوئے تمہاری پیشانی پر خجالت کا پسینہ تک نہیں آتا۔ ہم کون ہوتے ہیں اس کو مشورہ دینے والے اور اس سے علل و مصالح دریافت کرنے والے ؟ کیا ہم اس کے ملک (بادشاہت) میں ساجھی ہیں یا ہمارا اس سے کوئی ناطہ ہے اگر وہ اس خاص دن میں قربانی ہی کا صدقہ چاہتا ہے کسی دوسرے صدقہ کا خواہاں نہیں تو ہم غلام ہو کر کیوں اس کے حکم میں دخل دیں اگر اس کو آج کے دن قربانی پسند ہے تو ہم اس کی پسندیدہ چیز کو غیر پسندیدہ اور اس کی محبوب چیز کو غیر محبوب سے بدلنے

والے کون ؟ صدقات وخیرات ایک وقت میں اگر محبوب ہیں تو کیا ضروری ہے کہ تمام اوقات میں روپیہ خرچ کرنا ہی محمود ہے اگر سردی میں کسی کو گوشت محبوب ہے تو کونسی عقل کا فتوی ہے کہ برسات کی سڑی ہوئی گرمی میں بھی اس کو گوشت ہی پسند ہو راگ اور نغمہ کان میں پہنچتا ہے اس سے دل میں خوشی اور مسرت راحت وفرحت کا ایک کیف پیدا ہوتا ہے روشن آنکھوں سے تم نے ایک شاداب پھول کو دیکھا قوت شامہ سے اس کی بھینی بھینی خوشبو کو سونگھا دل کو فرحت اس سے بھی حاصل ہوئی اس سے بھی کیا کیا تینوں چیزیں ایک ہی ہیں ؟ ایک سے جو کیف پیدا ہوا وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا دوسرے سے ؟ کون احمق ہے جو مسرت کی ان تینوں کیفیتوں کو فرحت کی ان تمام لذتوں کو ایک کہہ سکے ؟ پھر تقوی قبول کرنے والے کو اگر لحوم اور قربانی ہی کا تقوی مطلوب ہے تم کیوں دوسرے تقوی کو اس کے قائم مقام کرتے ہو ؟ پھول کے طلب گار کو کیا نغمہ اور سرور سے خوش کرسکتے ہو ؟ اگر نہیں کرسکتے تو یہاں روپیہ خرچ کرنا کیوں کر قائم مقام ہوسکتا ہے روپیہ خرچ کرنے سے تم کو روپیہ دینے کا ثواب مل جائے گا مگر حق تعالی شانہ اپنے بندوں کو قربانی کا حکم دے کر اپنے خلیل علیہ السلام کو انعام دینا چاہتا ہے یہ غرض کیوں کر پوری ہوگی روپیہ خرچ کرنے سے محتاجوں کی ضرورتیں تو پوری ہو جائے گی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار اس سے نہ پائی جائے گی تم نے قربانی کی تو تم سے تمہارا رب راضی ہوا کہ تم نے اس کے حکم کی تعمیل کی خلیل خوش ہوئے اور تم کو دعا دی کہ تم نے ان کی بے نظیر قربانی کی یادگار منائی اور میرے حبیب سید الانبیاء ﷺ کی روح مبارک

کو خوشی ملی کہ تم نے آپ کی سنت کو زندہ کیا یہ ساری باتیں روپیہ دینے سے کہاں سے حاصل ہو سکتی ہیں ؟ تمہارے باغ میں اگر انگور کی ٹٹیاں ہیں اور تم اس سے لذت اندوز ہوئے ہو تو سیب کے درختوں کو کیوں کاٹتے ہو انگور میں جو کچھ ہے اس کو سونگھو اور سیب جو کچھ دیتا ہے اس کو شکریہ کے ساتھ قبول کرو جب تم سے روپیہ خرچ کرنے کو کہا جائے تو روپیہ خرچ کرو زکوۃ دو فطرہ ادا کرو ننگوں کو کپڑے پہناؤ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ بے گھروں کو گھر بنادو اور جب تم سے قربانی کو کہا جائے تو قربانی کرو اچھے اور عمدہ جانوروں کی قربانی کرو خوبصورت اور حلال قیمتی جانور کو اس کے نام پر ذبح کرو اور خدا کے دربار سے پورا پورا انعام حاصل کرو سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اور سیدنا محمد حبیب علیہما السلام کی دعاؤں سے گود بھرو قربانی کے گوشت خود کھاؤ احباب میں تقسیم کرو غرباء اور مساکین کو دو دین بھی کماؤ اور دنیا بھی۔ نماز ایک عبادت ہے اور روزہ بھی ۔پھر جیسا کہ نماز روزہ کی قائمقام نہیں ہو سکتی حالانکہ دونوں عبادتیں ہیں اور فرض بھی ہیں اسی طرح روپے خرچ کرنا قربانی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا (ماہنامہ المحمود رنگون۔ صفر ۱۳۵۸ھ)

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع ہونے والے فتاوی حقانیہ کی چھٹی جلد میں (قربانی کے بجائے قیمت) کے عنوان سے چند سطور شائع ہوئی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے

ہمارے ملک اور بعض اسلامی ممالک میں دین کی روح سے نابلد ایسے روشن خیال اور تجدد افراد کی کمی نہیں جو آئے دن اپنی تحقیق واجتہاد کی چھری اسلامی شعائر اور قطعی و متواتر احکام وعبادات پر چلانا چاہتے ہیں

ہمارے ہاں بھی عید الاضحی کے موقع پر ایسے شوشے چھوڑ دئے جاتے ہیں کہ قربانی کرنا ضیاع ہے اس سے قومی سرمایہ ضائع ہوتا ہے اور بجائے قربانی کے اس کی قیمت کو رفاہی کاموں پر لگادینا چاہئیے علماء اسلام نے تفصیل کے ساتھ ایسے شبہات اور دوسوسہ اندازیوں کے معقول جوابات دئے ہیں اس دفعہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے اجلاس ۱۳۹۶ھ کے نوٹس میں الجزائری اخبار الشعب جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ میں شائع شدہ ایک فتوی لایا گیا ہے جس میں حج کے موقعہ پر قربانی کی بجائے اس کی نقد قیمت تقسیم کرنے کا کہا گیا ہے اس پر رابطہ کی مجلس تاسیسی نے تفصیلی دلائل کے ساتھ ایک فتوی میں اس نظریہ کو غیر اسلامی قرار دیا کہ قرآن وسنت کے واضح نصوص، نبی کریم علیہ ﷺ اور امت مسلمہ کے تعامل سے ثابت شدہ مسائل وعبادات میں کسی رائے زنی کی گنجائش نہیں۔ تقرب الی اللہ خود ساختہ طریقوں سے لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کرنے سے نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنے میں ہے کسی کام کے اقتصادی اور معاشی مصالح کے پہلو تب تلاش کئے جاسکتے ہیں جہاں امت کے اجماعی فیصلوں اور نصوص قطعی پر زد نہ پڑے اس لئے استبدال ذبائح بالثمن جیسے لایعنی مباحث کا دروازہ کھولنا ابتداع اور مداخلت فی الدین کے سوا کچھ بھی نہیں ہے (فتاوی حقانیہ ج۶ص۴۸۳)

سوجو لوگ ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس قسم کے شوشے چھوڑتے ہیں امت کے اجماعی فیصلوں کو عوامی رائے کے نام پر زیر بحث بناتے ہیں ان کی شدید الفاظ میں مذمت کی جانی چاہئے

ہم جیسا کہ اوپر عرض کر آئے ہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول نے عید کے دن جانور قربان کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر اس حکم کی مخالفت یا اس حکم کی لچر تاویل یا غریب ہمدردی کے نام پر کس طرح کی جاسکتی ہے؟ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کئی غریب اور نادار مسلمان موجود تھے صفہ انہی لوگوں کا بسیرا تھا یہاں رہنے والے مسلمانوں کو عموماً مال کی ضرورت رہتی تھی اللہ تعالی چاہتا تو جس طرح اس نے مختلف عنوانوں سے مسلمانوں کو مال خرچ کرنے کا حکم دیا اسی طرح یہ حکم دیتا کہ جانور کی قربانی کے بجائے اپنے مال سے ان کی حاجت پوری کرو۔ حضور ﷺ اس کی فضیلت میں فرماتے کہ عید الاضحی کے دن جانور ذبح کرنے کے بجائے مال خرچ کرنا زیادہ فضیلت کا عمل ہے مگر اللہ نے ایسا کوئی حکم دیا نہ حضور ﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا آپ ﷺ نے اس دن خود بھی قربانی کی اور اپنی امت کو بھی قربانی کرنے کی تاکید فرمائی اور ہم یہ بات پہلے بتا آئے ہیں کہ قربانی کے بجائے صدقہ کرنے سے بھی واجب ادا نہ ہوگا اور اس مستقل عبادت کے ترک کی وجہ سے گنہ گار رہے گا

کیا قربانی حج میں آنے والوں کی اجتماعی دعوت کا نام ہے؟

(٦) قربانی کی مخالفت کرنے والے بعض لوگوں کا کہنا ہے قربانی کسی خاص عبادت کا نام نہیں یہ محض مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع پر کی جانے والی دعوت کا نام ہے جسے مسلمانوں نے خواہ مخواہ ایک عبادت سمجھ لیا ہے یہ حج کے دنوں میں منی کے مقام پر ہزاروں مسافرین کے کھانے پینے کا ایک انتظام کے سوا کچھ نہ تھا

☆...جواباً گذارش ہے کہ قربانی کی یہ غایت کہ اس کا مقصد صرف منی میں جمع ہونے والے مسلمانوں کی مہمان داری اور ان کی دعوت ہے ایک بے بنیاد دعوی ہے سوال یہ ہے کہ حج کرنے والے حضرات ”منی“ میں کس دن رہتے ہیں؟ ٨ ذی الحج کو، اور قربانی کس دن کی جاتی ہے؟ دس ذی الحج کو، عجیب بات ہے کہ مسلمان ٨ ذی الحج کو مسافرانہ

حالت میں منی پہنچ گئے سارا دن وہ منی میں قیام کریں پھر ۹ ذی الحج کو سفر کر کے عرفات میں وقوف کریں، غروب کے بعد پھر وہ سفر کر کے مزدلفہ جائیں وہیں رات گذاریں۔ مگر اللہ تعالی اور اس کے رسول کی جانب سے ان کے لئے کسی مہمانداری اور خاطر داری کا حکم نہیں ملا اور نہ ان سے کہا گیا کہ ۸ ذی الحج کو جانور ذبح کر کے دور دراز سے آنے والے مسلمان مسافروں کے کھانے پینے کا انتظام کرو، مسلمانوں کو یہ حکم ملا تو دس گیارہ اور بارہ ذی الحج کے لئے... اس سے کیا یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ قربانی کا مقصد کبھی مہمانداری اور حاجیوں کی خاطر داری نہ تھا اگر قربانی کا مقصد صرف مہمان نوازی ہوتی تو اسلام اس بحث میں ہی کیوں الجھتا کہ قربانی صرف دس گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو ہو گی اس سے پہلے اور اس کے بعد نہیں۔ نیز شہر میں رہنے والوں کے لئے قربانی نماز عید کے بعد ہو گی نماز عید سے پہلے نہیں۔ علاوہ ازیں جو جانور ذبح کئے جائیں اس میں بعض مخصوص شرطیں پائی جائیں گی اگر ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو وہ جانور ذبح ہونے کے بعد حلال تو ہو گا مگر اسے قربانی کی عبادت نہیں کہا جائے گا۔

اگر قربانی کا تعلق صرف مہمان نوازی سے تھا تو اسلام کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی کہ وہ قربانی کے متعلق شرائط بھی بیان کرتا اس سے یہ بات واضح ہے کہ قربانی محض مہمان نوازی کا نام نہیں اور نہ ہی اس کی غایت خاطر داری ہے بلکہ یہ ایک مستقل اللہ کا حکم اور اس کی عبادت ہے جسے صرف انہی تین دنوں میں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس نے اس حکم پر عمل کیا اس نے قرآن کے حکم کی تعمیل کی، سنت ابراہیمی اور طریقہ محمدی کو اپنایا اور جس نے باوجود استطاعت کے اس سے اعراض کیا اور خوامخواہ اس کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی تو وہ پھر اس لائق ہے کہ اسے مسلمانوں کی اجتماعیت کا حصہ نہ بنایا جائے کیونکہ خود اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک فاصلہ پر کھڑا کر لیا ہے جب وہ

خود ہی مسلمانوں سے الگ رہنا چاہتا ہے تو اسلام کو کیا ضرورت ہے کہ اسے زبردستی اپنے اندر لائے

یاد رکھئے کہ قربانی کے بارے میں روشن خیال لوگوں کے یہ اعتراضات اور شبہات اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتے اگر یہ اعتراضات کم علمی اور جہالت کی بنیاد پر نہیں تو پھر ہم اسے شرارت اور اسلام سے بغاوت کے سوا اور کیا کہیں۔

یاد رکھئے قربانی اللہ تعالی کا حکم ہے اس کی عبادت ہے حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور شروع سے لے کر اب تک مسلمان قربانی کی عبادت کو ذوق وشوق سے ادا کرتے چلے آرہے ہیں جو لوگ قربانی کو معمولی سمجھتے ہیں اوراس عبادت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو ایک بڑی عبادت ونعمت سے نہ صرف یہ کہ محروم کرتے ہیں بلکہ حضور ﷺ کے اس زجر ووعید کا بھی اپنے آپ کو مستحق بنارہے ہیں جس میں آپ نے ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی صفوں سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے

وصلى الله وسلم على نبيينا سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

برحمتك يا أرحم الراحمين

اسلام میں ماہ ذی الحجہ کی اہمیت اور اس کے فضائل و اعمال

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى...أما بعد

ہم مقدمہ میں یہ بات بتا آئے ہیں کہ ذی الحج کا مہینہ بڑی عظمتوں اور حرمتوں والا مہینہ ہے بالخصوص اس کے ابتدائی ایام نہایت ہی مقدس اور مبارک ہیں قرآن کریم اس ماہ کی راتوں کی عظمت کی قسم کھاتا ہے اور حضور ﷺ اس ماہ کے شروع دنوں کی فضیلت بیان فرماتے ہیں تا کہ آپ کی امت ان ایام کی قدر کرے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے حتی الامکان فائدہ اٹھائے اور اسے غفلت اور کوتاہی کی نذر نہ کرے

☆...ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلت

اللہ تعالی قسم کھا کر فرماتے ہیں

وَالْفَجْرِ (0) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (0) وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ(پ۳۰الفجر)

(ترجمہ) قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

" إِنَّ الْعَشْرَ عَشْرُ الْأَضْحَى، وَالْوَتْرَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّفْعَ يَوْمُ النَّحْرِ "(مسند احمد ج۳ص۳۲۸)

عشر لیال سے مراد قربانی کے مہینہ کی دس راتیں ہیں اور الوتر سے مراد یوم عرفہ ہے اور الشفع یوم النحر ہے

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن میں جن دس راتوں کی قسم کھائی ہے اس سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں اور شفع یوم النحر اور وتر سے مراد عرفہ کا دن

ہے(شعب الایمان ج۳ص ۳۵۲)

حافظ ابن رجب حنبلیؒ(۷۹۵ھ)لکھتے ہیں

وأما الليالي العشر فهي عشر ذي الحجة هذا الصحيح الذي عليه جمهور المفسرين من السلف وغيرهم وهو الصحيح عن ابن عباس (لطائف المعارف ص ۳۷۴)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے شاگرد مشہور تابعی امام مجاہدؒ(۱۰۰ھ) کہتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جب حکم الہی کے تحت کوہ طور پر تیس راتیں گذارلیں تو اللہ نے انہیں مزید دس راتوں کے قیام کا حکم دیا یہ راتیں ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں تھیں

وَهِيَ الْعَشْرُ الَّذِي أَتَمَّهَا اللَّهُ لِمُوسَى "(المصنف لعبد الرزاق ج ۴ ص ۳۷۶)

خود حضرت عبد اللہ بن عباس سے بھی یہ بات منقول ہے (دیکھئے تفسیر ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۵۵۶)ام المؤمنین حضرت عائشہ کے شاگرد حضرت مسروق کا قول بھی یہی ہے

" الْعَشْرُ عَشَرُ الْأَضْحَى الَّتِي وَعَدَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ {وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ}(شعب الایمان ج۳ص ۳۵۳)

اس سے پتہ چلا کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کو اللہ کے ہاں خاص مقبولیت حاصل ہے اور ان دنوں میں کئے جانے والے اعمال اللہ کی بارگاہ میں بڑے قیمتی سمجھے جاتے ہیں

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ أَيَّامٍ العَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ العَشْرِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَلاَ الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلاَ الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلاَّ رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ. (جامع ترمذی

ج ا ص ۹۴۔ صحیح بخاری ج ا ص ۱۳۲)

اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہوتا ہے اتنا کسی اور دنوں میں نہیں صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ کیا جہاد بھی (ان دنوں کے عمل کے) برابر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاد بھی ان دنوں کے عمل کے برابر نہیں الا یہ کہ وہ آدمی جو اپنی جان اور مال لے کر جہاد کے نکل پڑا پھر ان میں سے وہ کوئی چیز واپس نہ لایا (یعنی وہ شہید ہوگیا)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کو بڑی غیر معمولی اہمیت حاصل ہے ان دس دنوں میں کئے جانے والے نیک اعمال اللہ کے ہاں دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ محبوب اور مقبول ہیں اسلام میں جہاد کی فضیلت اور اس کی اہمیت سے کون واقف نہ ہوگا مگر حضور ﷺ اس عمل کو بھی ان دس دنوں کے نیک عمل کے برابر نہیں بتاتے۔ محدث جلیل حافظ عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی دمشقی (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان ایام میں کئے جانے والے اعمال دوسرے دنوں کی بہ نسبت اللہ کو زیادہ پسند ہیں تو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ جو چیز اللہ کو زیادہ پسند ہوتی ہے وہ اس کے ہاں افضل ہوتی ہے (دیکھئے لطائف المعارف ص ۳۶۴)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں

ابن عوانہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں ہے

علماء کہتے ہیں کہ جس نے سال کے افضل دنوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی ہو تو اسے چاہئے کہ عشرہ ذی الحجہ میں روزے رکھنے کی منت پوری کرے اور جس نے سال کے کسی ایک افضل دن روزہ رکھنے کی منت مانی

ہو اسے عرفہ کے دن روزہ رکھ کر اپنی نذر پوری کرنی چاہئیے اور جس نے ہفتہ کے کسی دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو تو وہ جمعہ کے دن روزہ رکھے (ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ ص ۲۰۲ مترجم)

☆... عشرہ ذی الحجہ کے پسندیدہ اعمال

وہ کونسے اعمال ہیں جنہیں ان دنوں میں دوسرے نیک اعمال (جیسے تلاوت قرآن صدقہ خیرات نوافل وغیرہ) کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ کرنا چاہیئے ؟حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام عشر سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک عظیم مرتبے والے کوئی ایام نہیں اور نہ کوئی دن ہیں جن میں عمل کرنا اللہ کو ان دنوں میں عمل سے زیادہ محبوب ہیں ان دنوں میں تہلیل و تکبیر اور تحمید کثرت سے کیا کرو

فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّحْمِيدِ، وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ
(شعب الایمان ج۳ص ۳۵۴)

☆... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہاں ان دنوں میں نیک اعمال کرنا دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے سو تمہیں چاہیئے کہ تم ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد رکھو کیونکہ یہ دس دن تہلیل تکبیر اور یاد الہی کے ہیں اور ان دنوں میں نیک عمل کا سات سو گنا اجر دیا جاتا ہے (مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ ذی الحجہ کے شروع دنوں میں عام طور سے بازاروں کی طرف چل پڑتے اور بلند آواز تکبیرات کا ورد کرتے تھے کہ یہ دن اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت و جلال کے اظہار کے دن ہیں چنانچہ لوگ انہیں پڑھتے دیکھ کر خود بھی اللہ کی کبریائی بیان کرتے تھے

كَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ: «يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ العَشْرِ

يُكَبِّرَانِ، وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا» وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ (صحیح بخاری ج۱ص۱۳۲)

☆...ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں روزہ رکھنا اور اس کی راتوں کا قیام اللہ کے ہاں بڑا پسندیدہ اور بڑی فضیلت کا عمل ہے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء اور ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں اور ہر ماہ کے تین دنوں کا روزہ نہیں ترک کرتے تھے حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ القَدْرِ. (جامع ترمذی ج۱ص۹۴)

دنیا میں سے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں عمل کرنا اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہو کہ ان میں اللہ کی عبادت کی جائے عشرہ ذوالحجہ سے۔ ان میں روزہ رکھنا سال بھر کے روزوں کے برابر اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے (شعب الایمان ج۳ص۳۵۵)

حضرت حمید کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن سیرین اور حضرت قتادۃ رحمۃ اللہ علیہما کو بھی یہی بات کہتے ہوئے سنا ہے

سمعت ابن سيرين وقتادة يقولان: صوم كل يوم من العشر يعدل سنة (لطائف المعارف ص۳۶۵)

حضرت امام حسن حضرت انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ ان دس دنوں کی فضیلت کا عالم یہ ہے کہ ان میں کا ہر دن ہزار دن کے برابر ہے اور عرفہ کا دن تو دس ہزار دنوں کے برابر ہے

"كَانَ يُقَالُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ بِكُلِّ يَوْمٍ أَلْفٌ، وَيَوْمُ عَرَفَةَ عَشْرَةُ آلَافِ يَوْمٍ". يَعْنِي فِي الْفَضْلِ (شعب الایمان ج۳ص۳۵۸)

☆...ایک شبہ کا جواب

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو ان دنوں میں روزے رکھتے نہیں دیکھا تھا

حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند سے قطع نظر حضرت عائشہؓ سے ہی ایک دوسری روایت روزہ رکھنے کی بھی ملتی ہے (۲) ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مراد اس سے پورے تسلسل کے ساتھ دس دنوں کی نفی مقصود ہو اور دونوں ازواج کی مراد یہ ہو کہ حضور ﷺ ان میں سے کچھ دنوں کا روزہ رکھتے اور کچھ دنوں کا نہیں اس طرح دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں رہتا

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا نفی واثبات میں اختلاف نظر آئے تو اثبات کو لیا جائے گا ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ایسی بات کا علم ہو جو کسی وجہ سے دوسرے سے مخفی رہ گیا ہو حافظ ابن رجب حنبلیؒ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں

فأجاب مرة بأنه قد روى خلافه وذكر حديث حفصة وأشار إلى أنه اختلف في إسناد حديث عائشة فأسنده الأعمش ورواه منصور عن إبراهيم مرسلا وكذلك أجاب غيره من العلماء بأنه إذا اختلفت عائشة وحفصة في النفي والإثبات أخذ بقول المثبت لأن معه علما خفي على النافي وأجاب أحمد مرة أخرى بأن عائشة أرادت أنه لم يصم العشر كاملا يعني وحفصة أرادت انه كان يصوم غالبه فينبغي أن يصام بعضه ويفطر بعضه

(لطائف المعارف ص۳٦۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہ کی روایت باب میں تاویل ضروری ہے اور وہ یہ ہو سکتی ہے

کہ حضرت عائشہ کی نوبت (باری) میں یہ عشرہ واقع نہ ہوا ہو اور اگر واقع بھی ہوا ہو تو اس دفعہ حضور ﷺ نے اس عشرہ میں روزے نہ رکھے ہوں (درس ترمذی ج ۲ ص ۵۹۹)

☆...ذی الحجہ کے صرف دس دن ہی نہیں اس کی راتیں بھی بڑی بیش قیمت اور فضیلت والی ہیں ہم جامع ترمذی اور شعب الایمان کے حوالہ سے ایک روایت اوپر نقل کر آئے ہیں جس میں ہے کہ ان دس راتوں کی ہر رات میں قیام کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے شب قدر میں عبادت کی ہو

وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ. (رواہ الترمذی ج ۲ ص ۱۲۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ذی الحجہ کے ان دنوں اور راتوں میں عبادت کا خصوصی خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے ان راتوں میں اپنے گھروں کے چراغ جلائے رکھنا تم سونے کے بجائے اللہ کے حضور قیام کرنا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (۹۵ھ) ان دس دنوں میں اپنے آپ کو عبادت وریاضت کے لئے وقف کر دیتے تھے لوگ آپ کی عبادات میں انہماک کو دیکھ کر فکر میں لگ جاتے کہ کہیں یہ فوت ہی نہ ہو جائیں

" وَكَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ إِذَا دَخَلَ أَيَّامُ الْعَشْرِ اجْتَهَدَ اجْتِهَادًا شَدِيدًا حَتَّى مَا يَكَادُ يَقْدِرُ عَلَيْهِ "(شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۹)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان راتوں میں عبادت کرنا مستحب ہے

وأما قيام ليالي العشر فمستحب (لطائف المعارف ص ۳۶۷)

تاہم دونوں عید کی راتوں کو خاص امتیاز اور فضیلت حاصل ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ لِلَّهِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ

(سنن ابن ماجہ ص۱۲۸)

جس نے عیدین کی دونوں راتوں میں خالص اجر وثواب کی امید پر عبادت
کی اس کا دل قیامت کے اس ہولناک دن میں مردہ نہیں ہوگا جس دن
لوگوں کے دل خوف اور دہشت سے مردہ ہوں گے

قیامت کے ہولناک دن میں خوف وہراس اور تکلیف وپریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ آدمی زندگی پر موت کو ترجیح دے گا جو لوگ ان دو مبارک راتوں میں اپنے دل پروردگار سے لگائے رکھیں گے قیامت کے دن ان کو امن وسکون اور راحت وآرام نصیب ہوگا

اور بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس شخص کا دل دنیا کی محبت میں دیوانہ نہ ہوگا جو حقیقت میں دلوں کے لئے موت ہے اور یہ شخص بری موت سے محفوظ رہے گا

(الترغیب ج۲ ص ۳۸۴)

عیدین کی شب میں تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے

(فتاوی محمودیہ ج۲ ص۳۳۵)

افسوس کہ ہم عیدین کی راتوں کو کھیل کود خرید وفروخت اور سیر وتفریح اور دیگر لایعنی کاموں میں گذار دیتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ یہ راتیں آئندہ پھر نصیب ہوں گی یا نہیں؟

☆...یوم عرفہ کی اہمیت وفضیلت

ذی الحجہ کی نویں تاریخ عرفہ کا دن ہے یہ مسلمانوں کے لئے اس لحاظ سے بڑی خوشی کا دن ہے کہ اللہ تعالی نے اس دن ان کا دین مکمل فرمایا ور ان پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام کو بطور دین کے پسند فرمالیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جس کی آپ لوگ تلاوت کرتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم

اس دن کو خوشی (عید) کا دن بنا لیتے آپ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے یہودی نے کہا وہ آیت یہ ہے

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ(پ ٦ المائدہ ٤)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کہاں اتری تھی۔ یہ آیت اس وقت اتری جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن مقام عرفات میں تھے اور وہ جمعہ کا دن تھا(صحیح بخاری ج ا ص ۱۱ جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۳۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یوم عرفہ بڑا مقدس اور محترم دن ہے یہ وقوف عرفہ کا دن ہے اور اسی دن حج کا رکن اعظم ادا ہوتا ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا لاکھوں مسلمان اس دن اللہ کے حضور میدان عرفات میں جمع ہوجاتے ہیں اللہ تعالی اس دن فرشتوں کے سامنے ان لوگوں پر فخر کرتے ہیں ان کی مناجات دربار الہی میں سنی جاتی ہے اور ان کو عطاء و بخشش کی بشارت دی جاتی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

وَمَا مِنْ يوْمٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يوْمِ عَرَفَةَ(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ٦ ص ٦٢)

تمام دنوں میں فضیلت والا دن عرفہ کا دن ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرفہ کا دن دوسرے دنوں کی بہ نسبت باعتبار فضیلت کے دس ہزار دنوں کے برابر ہے

يوم عرفة بعشرة آلاف يوم يعني في الفضل (لطائف المعارف ص ۳۹۰)

اس دن حجاج کرام کی عاشقانہ ادائیں اللہ کو اتنی بھاتی ہیں کہ وہ فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے جس پر شیطان کو حد درجہ غم ورنج ہوتا

ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عرفہ کا دن آتا ہے تو اللہ تعالی حجاج کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا ضَاحِّينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَمَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ عَتِيقًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ(شعب الایمان ج۳ص ۴۶۰ کنز ج۵ ص ۷۱۔ الاحسان ج۶ ص ۶۲)

میرے بندوں کو دیکھو یہ بکھرے ہوئے بالوں اور غبار آلود چہروں کے ساتھ بڑی دور سے فریادیں لے کر میرے پاس پہنچے ہیں میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ ان میں تو فلاں ریاکار بھی ہے فلاں ایسا ہے اللہ فرماتے ہیں تحقیق میں نے ان کو معاف کر دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جو یوم عرفہ سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرنے والا ہو

ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ ان کے گناہ بے شمار ہوں میں ان کو معاف کر دوں گا

فلو کانت ذنوبھم کعدد الرمل لغفرتھا (لطائف ص ۳۹۱)

☆... حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عرفہ سے زیادہ کسی دوسرے دن شیطان کو اس قدر ذلیل ورسوا اور غم و غصہ میں نہیں دیکھا گیا ماسوائے بدر کے۔ اس کے غم کی وجہ یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالی کی بے پایاں رحمت اتر رہی ہے اور وہ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما رہا ہے

(مؤطا امام مالک ص ۲۹۱)

☆... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ

مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ؟ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶)

اللہ تعالی کسی دن جہنم سے اتنے بندوں کو رہائی نہیں دیتے جتنے یوم عرفہ کو دیتے ہیں اللہ تعالی قریب ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا چاہتے ہیں؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کا دن مغفرت اور جہنم سے آزادی ملنے کا دن ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس دن کی قدر کرتے ہیں اور اپنی مغفرت کرا لیتے ہیں

☆... عرفہ کے دن روزہ رکھنا بڑی فضیلت اور ثواب کا عمل ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

" صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۹۳)

جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے تو مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس شخص کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا (سنن ابن ماجہ ص ۱۲۴)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ عرفہ کے دن کا روزہ ہزار روزوں کے (ثواب کے) برابر ہے

" صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ كَصِيَامِ أَلْفِ يَوْمٍ "(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۵۷)

علماء لکھتے ہیں کہ حاجی حضرات اگر یہ سمجھتے ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی وجہ سے اس درجہ کمزوری ہو جائے کہ اس سے اس دن کی خاص عبادت وریاضت متاثر ہو گی تو وہ روزہ نہ رکھے۔ شیخ احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں کہ ایام حج میں روزہ رکھنے سے ارکان حج

کے ادائیگی میں ضعف کے سبب فرق آسکتا ہے اس لئے روزہ نہ رکھے (مجالس الابرار ص ۲۶۹مترجم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کو بھی اکل وشرب کا دن فرمایا ہے آپ نے فرمایا

یَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ، عِيدُنَا أَهْلَ الإِسْلاَمِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ.(جامع ترمذی ج۱ص۹۶)

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ کے دن عرفات میں آئے تو آپ اس دن روزہ سے نہ تھے لوگوں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا تھا(دیکھئے صحیح بخاری ج۱ص۲۶۷)

حضرت سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دن اللہ کی طرف سے مہمانی کا دن ہے عرفات میں آنے والے اللہ کے مہمان ہیں اور کریم کسی کو خالی ہاتھ اور خالی پیٹ نہیں بھیجا کرتا. علامہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں

لأنهم زوار الله وأضيافه ولا ينبغي للكريم أن يجوع أضيافه وهذا المعنى يوجد في العيدين وأيام التشريق أيضا فإن الناس كلهم في ضيافه الله عز وجل لا سيما عيد النحر فإن الناس يأكلون من لحوم

لحوم نسكهم أهل الموقف وغيرهم.(لطائف المعارف ص۳۸۸)

البتہ غیر حاجی حضرات کے لئے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں

یوم عرفہ کا یہ روزہ ہمارے نزدیک بھی مندوب ہے البتہ حجاج کے حق

میں عرفات میں صوم یوم عرفہ مکروہ ہے وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے ضعف ہو جائے گا اور اس مبارک موقع پر زیادتی دعا کا جو مقصود ہے وہ مقصود حاصل نہ ہو سکے گا نیز آفتاب غروب ہوتے ہی مزدلفہ چل دینا مشکل ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس دن عرفات میں افطار فرمایا حضرت ابن عباس سے مروی ہے «أَفْطَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، هَيَّأَتْ لَهُ أُمُّ الْفَضْلِ لَبَنًا فَشَرِبَ بِعَرَفَةَ» (المصنف لعبد الرزاق ج۴ ص ۲۸۲)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ

«حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَجْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَجْتُ مَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَأَنَا لَا أَصُومُهُ، وَلَا آمُرُ بِهِ، وَلَا أَنْهَى عَنْهُ»

(درس ترمذی ج ۲ ص ۵۸۸ ابن حبان ج ۵ ص ۳۶۹)

حضرت امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل رہا ہے

وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ: يَسْتَحِبُّونَ الإِفْطَارَ بِعَرَفَةَ لِيَتَقَوَّى بِهِ الرَّجُلُ عَلَى الدُّعَاءِ، وَقَدْ صَامَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ. (جامع ترمذی ج ا ص ۹۳)

ہاں جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں اور انہیں یقین ہو کہ روزہ رکھنے سے ارکان حج کی ادائیگی اور عرفہ کے دن کی عبادت متاثر نہ ہو گی تو ان کے لئے روزہ رکھنا منع نہیں

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یوم عرفہ کو اپنی زبان اپنے کانوں اور اپنی نظروں کی حفاظت کی (یعنی اس دن کسی برائی اور گناہ میں مبتلا نہ

ہوا) تو اگلے یوم عرفہ تک اس کی بخشش ہو جاتی ہے (شعب الایمان ج۳ص۳۵۸)

☆...یوم عرفہ کا خصوصی وظیفہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن کثرت سے یہ وظیفہ پڑھتے تھے

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لاَ يَمُوتُ، بِيَدِهِ الخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور آپ فرماتے تھے کہ یوم عرفہ کے دن کی دعا افضل دعا ہے اور وہ وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی ہے (مؤطا مالک ص ۲۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اس (مذکورہ) وظیفہ کو دن میں سو مرتبہ پڑھا

كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ

(صحیح بخاری ج۲ص۹۴۷)

تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا دس غلاموں کو آزاد کرنے میں ملتا ہے اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں اس سے مٹا دی جائیں گی اور سارا دن وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور کوئی دن اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہ لا سکے گا البتہ وہ آدمی جس نے اسی کلمہ کو سو بار سے زیادہ پڑھا ہو

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے اپنے قریب کرنے اور ان کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے کئی راستے بہانے اور عنوان بنا دئے ہیں اب بندوں کو بھی چاہئے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی اس عطاء و بخشش کو حاصل کرنے کی فکر کریں اور ان اوقات کو غنیمت سمجھ کر اس سے

فائدہ اٹھائیں

(نوٹ) پیش نظر رہے کہ عرفہ کے دن سے مراد ہر ملک کا اپنا یوم عرفہ (یعنی ۹ ذی الحجہ) ہے دنیا کے مختلف ممالک کی اپنی اپنی رؤیت کے مطابق جب ۹ ذی الحج ہو گا وہی دن انکا یوم عرفہ کہلائے گا سعودی عرب کا یوم عرفہ ہو تو ضروری نہیں کہ پاکستان اور ہندوستان والے بھی اسی دن کو یوم عرفہ سمجھیں ہر ملک کی اپنی رؤیت ہے اسی حساب سے اسلامی تاریخ کا اعتبار کیا جائے گا۔

☆... تکبیر تشریق اور اس کے مسائل

عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذی الحجہ) کی فجر سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر پڑھی جاتی ہے یہ تکبیر تشریق ہے اور یہ واجب ہے۔ تکبیر تشریق یہ ہے

اللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ أَکْبَرُ اللّٰہُ أَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ "

☆... تکبیر تشریق کی ابتداء کیسے ہوئی؟

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے ذبح کرنا چاہا حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے انکا فدیہ (بدل) لے کر پہنچے اور انہیں خطرہ ہوا کہ کہیں جلدی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح نہ کر ڈالیں چنانچہ اس وقت انکی زبان پر یہ کلمات آئے اللہ اکبر اللہ اکبر اور جب حضرت اسمعیل علیہ السلام کو فدیہ آنے کی اطلاع ہوئے تو آپ نے کہا اللہ اکبر وللہ الحمد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہی کلمات منقول ہیں (درمختار ج ۱ ص ۷۹۸) اس لئے ہمارے لئے یہ کلمات ان مبارک ایام میں ان کی میراث ہوگئی

(مجالس الابرار ص ۲۸۳)

☆... مسائل تکبیرات تشریق:۔

تکبیرات کی ابتداء نویں ذی الحجہ (عرفہ) کے روز فجر کی نماز کے بعد سے ہوتی ہے اور ان

کا اختتام صاحبین کے قول کے مطابق ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرھویں ذی الحجہ کو عصر کی نماز کے بعد ہو جاتا ہے اور فتوی اور عمل سب زمانوں میں صاحین کے قول پر ہے

☆... سلام پھیرنے کے بعد فورا تکبیرات تشریق ادا کرنی چاہئے یہاں تک کہ اگر بات چیت کی یا جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالا تو تکبیرات تشریق ساقط ہو جائیں گی (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳ مسائل عیدین ص ۵۳)

☆... تکبیر تشریق ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اس سے زیادہ کہنا خلاف سنت ہے پس بہتر یہ ہے کہ ایک دفعہ پر اکتفا کیا جائے (فتاوی دار العلوم ج ۵ ص ۲۰۴)

☆... تکبیر تشریق اگر سلام پھیرنے کے بعد رہ گئیں کچھ دیر کے بعد یاد آئیں تو پھر ان کی قضاء نہیں ہے توبہ کرنے سے اس کے ترک کا گناہ معاف ہو جائے گا (ایضا ۲۰۷)

☆... عید الاضحی کی نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب نہیں تاہم اگر کسی نے کہی تو مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ مسلمان برابر اسی طرح کرتے آئے ہیں لہذا ان کی پیروی واجب ہے اور علماء بلخ کا یہی مسلک ہے عید الاضحی کی نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا مستحب ہے (مسائل عیدین ص ۹۱ بحوالہ در مختار ج ۱ ص ۷۸۶)

فتوی اس پر ہے کہ با جماعت نماز پڑھنے اور تنہا نماز پڑھنے والے اس میں برابر ہیں اسی طرح مرد و عورت دونوں پر واجب ہے (شامی۔ مسائل عیدین ص ۵۶)

☆... مردوں کے تکبیر تشریق کا بلند آواز سے کہنا ضروری ہے بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں یا تو پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں اس کی اصلاح ضروری ہے

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۴۵)

☆... عورت کے لئے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا منع ہے وہ آہستہ آواز سے تکبیر کہے گی

☆...احکام ومسائل عید الاضحی

عید الاضحی کے دن نماز فجر کے بعد عید کی نماز کے لئے تیار ہونا، پاک صاف کپڑے پہننا، عمدہ خوشبو لگانا، عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا، اور عید کی نماز کے لئے عید گاہ، (یا مسجد) کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز کے ساتھ تکبیر پڑھنا مسنون ہے

عید الفطر اور عید الاضحی کے احکام ایک جیسے ہیں دونوں کا وقت ایک (ساہی) ہے دونوں کی شرطیں ایک سی ہیں البتہ فرق اتنا ہے کہ عید الاضحی کی نماز تیسرے دن بارہویں ذی الحجہ کے زوال سے پہلے تک عذر کی وجہ سے بلا کراہت موخر کی جا سکتی ہے اور بلا عذر بارہویں تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

☆... عید الاضحی کی نماز کا طریقہ وہی ہے جو عید الفطر کا ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ عید الاضحی کی نیت میں بجائے عید الفطر کے عید الاضحی کا لفظ کہے۔

☆... عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔ عید الاضحی میں نہیں ۔۔البتہ یہ سمجھنا غلط ہے کہ جب تک قربانی کا گوشت نہیں ملتا اس وقت تک روزہ سے رہنا چاہیئے

عید الاضحی میں نماز کے بعد کھانے کی غالبا وجہ یہ ہو گی کہ اس دن سب سے پہلے قربانی ہی کا گوشت منہ میں جائے جو ایک طرح سے اللہ تعالی کی ضیافت ہے (معارف الحدیث ج ۲ ص ٤٠٦)

☆... عید الفطر میں راستے میں چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا سنت ہے اور عید الاضحی میں بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے نیز عید کی نماز کے لئے جس راستہ سے جائے ممکن ہو تو واپسی پر

دوسرا راستہ اختیار کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا(جامع ترمذی ج ا ص ۱۰۳)

☆...عیدین کا خطبہ سننا سنت ہے قربانی کرنے کی جلدی میں خطبہ چھوڑ کر چلے جانا غلط رویہ ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

☆...عید الفطر کی نماز دیر کرکے پڑھنا مسنون ہے اور عید الاضحی کی نماز سویرے یعنی

☆...عید الفطر کی نماز دیر کرکے پڑھنا مسنون ہے اور عید الاضحی کی نماز سویرے یعنی جلدی وقت ہونے پر۔ عید الاضحی میں صدقہ فطر نہیں بلکہ نماز کے بعد اہل وسعت پر قربانی ہے۔(بہشتی زیور ح ۱۱ ص ۸۵)

یورپ میں مقیم مسلمانوں کی قربانی کے متعلق ایک اہم مسئلہ

جس آدمی پر قربانی واجب ہے اگر وہ قربانی کی رقم کسی اور ملک میں بھیج دے اور وہاں کسی کو قربانی کے لئے اپنا وکیل مقرر کرے تو یہ جائز ہے اور اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اس میں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ قربانی دونوں ممالک کے مشترکہ ایام میں ہو یعنی جس دن وہاں قربانی کی جائے گی وہ دن دونوں ممالک میں قربانی کا مشترکہ دن ہو ورنہ قربانی صحیح نہیں ہو گی

عام طور سے سعودی عرب میں ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش میں سے ایک دن پہلے عید کا اعلان ہو جاتا ہے اب جو لوگ سعودی اعلان کے مطابق اپنی قربانی ان ممالک میں کریں ان پر ضروری ہے کہ وہ ان ممالک میں دس ذی الحجہ اور گیارہ ذی الحجہ کو قربانی کر لیں تیسرے دن نہیں ان کے لئے بارھویں ذی الحجہ کی قربانی درست نہیں ہو گی کیونکہ اس دن سعودی اعلان کے مطابق ۱۳ ذی الحجہ ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے چوتھا دن ہے جو سعودی اعلان کے مطابق عید کرتے ہیں

اسی طرح اگر پاکستان ہندوستان میں رہنے والے آدمی کی قربانی سعودی عرب میں کی جارہی ہے تو سعودی عرب کے دس الحجہ کو ان لوگوں کی قربانی صحیح نہیں ہوگی کیونکہ ہندوپاک میں رہنے والوں کے لئے وہ ۹ ذی الحجہ کا دن ہے یہ عرفہ کا دن ہے قربانی کا نہیں اس لئے وہاں دوسرے اور تیسرے دن ہی کی جائے گی (قربانی کے مسائل ص ۸۵)

(نوٹ) قربانی کے سلسلے میں پیش آنے والے دیگر مسائل کے سلسلے میں قریب کے کسی عالم دین یا مفتی صاحبان سے ضرور رہنمائی حاصل کریں